اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

ہفتہ میں دو بار

ایڈیٹر — غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

نمبر ۷۲	مورخہ ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء	یوم سہ شنبہ	مطابق ۱۶ شوال سنہ ۱۳۴۸ھ	جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت بفضلِ خدا اچھی ہے۔ ۱۵۔ مارچ بعد نماز ظہر حضور نے انٹرنس کے امتحان میں شامل ہونے والے طلباء کو شرف ملاقات بخشا۔ اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ ۴۸ طلباء سکول کے اور ۶ پرائیویٹ امتحان دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر کرم الہی صاحب مرحوم امرتسری کے داماد بابو محمد فضل حق صاحب ملازم ٹیلیگراف ڈیپارٹمنٹ لاہور ۱۱ و ۱۲ مارچ کی درمیانی شب بعارضہ نمونیہ لاہور فوت ہو گئے۔ ۱۲۔ مارچ ان کی نعش بذریعہ لاری لائی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جنازہ کو کندھا دیا۔ مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ مرحوم بہت مخلص اور عبادت گذار احمدی تھے۔ احباب ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ ہمیں قاضی فیملی سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

طلباء تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ایک جلسہ میں

۱۱ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء طلباء تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان نے نفعتہ ہائی کے طلباء کو الوداع کہنے کے لئے جو جلسہ منعقد کیا۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔ (ایڈیٹر)

مجھے اس بات سے خوشی ہوئی ہے۔ کہ مدرسہ ہائی کے طالب علموں نے متواتر

قرآن کریم کی تلاوت

میں ایک اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ نہ صرف یہ کہ دوسرے انگریزی پڑھنے والے طالب علم اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ میرے نزدیک تلاوت میں ایسی غلطیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے جن کے دور کرنے کا انہیں موقعہ حاصل نہیں۔

مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے لئے بھی یہ مثال ہے۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے لئے مدرسہ ہائی کے طلباء کی تلاوت بطور مثال ہے

نمبر ۷۲ - جلد ۱۷

تو یہ کوئی معمولی تعریف نہیں۔ کیونکہ مدرسہ احمدیہ میں پڑھنے والوں کو دین کی خدمت اور قرآن کریم کی تعلیم کی اشاعت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ باوجود اس کے اگر وہ قرآن کی تلاوت صحیح طور پر نہ کر سکیں۔ اور باوجود اس کے ایسی حلاوت نہ پیدا کر سکیں جو قلوب پر اثر کرنے کے علاوہ

مخفی جذبات

کو ابھارے۔ تو ان کے مقابلہ میں دوسرے طلباء جو یہ صفت پیدا کریں۔ تعریف کے قابل ہیں ؛

اس کے بعد میں ایڈریس کے نفس مضمون کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ اس میں عام دستور کے مطابق افسوس کا اظہار کیا گیا۔ اور اس کے جواب میں جو کچھ کہا گیا۔ وہ شکریہ اور امتنان تھا۔ لیکن اتنا میں جانتا ہوں۔ کہ جن جذبات کا اظہار اس میں کیا گیا ہے۔ اور جس طرح اس اظہار کو قبول کیا گیا ہے اگر ان الفاظ کے نیچے وہی روح ہے۔ جو ظاہرا طور پر نظر آتی ہے۔ تو ہمارے لئے کوئی زیادہ فکر کرنے کی بات نہیں۔ اگر سچے طور پر ہمارے طالبعلم محسوس کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی زندگیاں

ایک خاص مقصد کے لئے

وقف کی ہوئی ہیں۔ اور ان کا اطمینان [illegible] کر چھٹا تا نہیں۔ اور اگر ان کے الفاظ ان کی قلبی کیفیات کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ تو یہ ہمارے لئے

بہت خوشی کی بات

ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا احساس ہی ہوتا ہے۔ جو اپنے لئے صحیح طریق عمل اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ہماری عادتیں۔ ہمارا ماحول۔ ہماری مجبوریاں ایک طرف ہوں۔ لیکن قلبی احساسات ایک طرف۔ تو وہ ایسی طاقت رکھتے ہیں۔ کہ کبھی نہ کبھی اپنے لئے رستہ نکال ہی لیتے ہیں۔ ایک موتی کو خواہ کتنی ہی مٹی کے اندر دفن کر دو۔ اس سے اس کے اصلی جوہر میں کوئی نقص نہ پیدا ہوگا۔ بلکہ

حقیقی خوبی

کے لحاظ سے میں یہ کہونگا۔ کہ اگر اسے پیس ڈالو۔ جلا دو پھر بھی وہ اپنی خوبیاں اور تاثیرات اپنے ساتھ رکھے گا۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ اس کی بعض خوبیاں جاتی رہیں گی۔ مگر اس کی اصلیت جدا نہیں ہوگی۔

انسان کے احساسات

بھی حقیقت رکھتے ہیں۔ ان پر خواہ ہزاروں عادات کے پردے ڈال دیں۔ واقعات کی مسلسل آندھیاں اور تاریکیاں انہیں چھپا دیں۔ وہ حقیقت نہیں کھوتے۔ بلکہ تاثیر بھی نہیں کھوتے باہر نکلنے کی کوشش نہیں چھوڑتے۔ اور ایک نہ ایک وقت نکل ہی آتے ہیں۔ حتےٰ کہ اگر پہلے انہیں نکلنے کا موقعہ نہ ملے۔ تو

موت کے وقت

ہی موقع مل جاتا ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے دہریہ جن کی زندگیاں خدا تعالےٰ کے خلاف صرف ہو جاتی ہیں۔ مرنے کے وقت یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا دل ندامت سے لبریز ہے اور ہمیں اپنے عقیدہ کے متعلق شبہات ہیں۔ اس وقت انہیں خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق کوئی نئے دلائل نہیں سوجھتے بلکہ بات یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کا عمل جو غیر طبعی تھا جب ساکن ہونے لگتا ہے۔ تو یکدم

قدیمی احساسات

جو پیدائش سے ان میں رکھے گئے تھے۔ ابھرنے لگتے ہیں۔ اور انہیں بتا دیتے ہیں۔ کہ اس وقت جب تم دوسروں کے دلوں سے ان خیالات کو مٹانے کی لاکھوں کوششیں کر رہے تھے۔ اس وقت ہم خود تمہارے دل میں بیٹھے تھے۔ تم نے ہم پر لاکھوں من مٹی ڈال دی۔ اور بہت نیچے دبا دیا۔ مگر ہم زندہ تھے۔ اور اس بات کے منتظر تھے۔ کہ موقعہ ملے۔ تو نکل آئیں۔ آج جبکہ تمہارے اعمال بند ہو رہے ہیں۔ ہمارے قیدخانہ کے دروازے کھل گئے۔ اور ہم باہر نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

غرض احساسات بہت قیمتی چیز ہیں۔ اگر وہ سچے طور پر پیدا ہو جائیں۔ تو ان کا مارنا آسان کام نہیں۔ پس وہ احساسات جن کا اظہار طلباء کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اگر حقیقی طور پر ان کے دلوں میں پیدا ہو چکے ہیں۔ تو مجھے تسلی ہوگی۔ اور میں اس یقین میں رہوں گا۔ کہ خواہ کیسے حالات پیدا ہو جائیں کبھی نہ کبھی وہ لوٹ کر دن وہ

اصلی حالت

کی طرف آئیں گے۔ اور اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ جس کا آج انہوں نے الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ پس میرے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ تم جنہوں نے ایڈریس پڑھا ہے اس میں جو کچھ کہا ہے۔ اگر سچے دل سے کہا ہے۔ تو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ اور تم جنہوں نے اس ایڈریس کا جواب دیا ہے۔ جواب میں جو کچھ کہا ہے۔ اگر سچے دل سے کہا ہے۔ تو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ یہی تمہاری راہ نمائی کرے گا۔ اور یہی تمہارے لئے شمع کا کام دیگا ؛

مبلغین کا تبلیغی دورہ

مولوی غلام احمد صاحب مجاہد کو ۱۴ مارچ لالہ موسیٰ۔ مونگ جہلم کیمل پور۔ بالا کوٹ راولپنڈی۔ کھاریاں کے دورہ کے لئے روانہ کیا گیا ہے۔ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ۲۳۔ مارچ سے جماعتہائے احمدیہ ضلع جہلم کا دورہ کرینگے۔ ہر دو مبلغین اپنے صحیح پروگرام سے جماعتوں کو خود اپنے دورہ میں اطلاع دیتے رہینگے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

مجلس مشاورت کا ایجنڈا اور سالانہ بجٹ

ایجنڈا مجلس مشاورت ۱۹۳۰ء معہ بجٹ سال ۳۱-۱۹۳۰ء جماعتوں کو آج بھجوا دیا گیا ہے۔ بعض جماعتوں کی طرف سے ابھی تک نمائندوں کے انتخاب کی اطلاع نہیں پہونچی۔ جو جلدی بھیجی جائے۔ جن جماعتوں کو ابھی تک ایجنڈا نہ پہونچا ہو۔ وہ اطلاع دیں۔ تاکہ انہیں بھجوا دیا جائے۔ نمائندگان کا فرض ہوگا۔ کہ وہ ایجنڈا اور بجٹ اپنے ہمراہ مشاورت کے موقعہ پر لائیں ؛

پرائیویٹ سکرٹری قادیان

نظارت اعلیٰ کے اعلان

۱- انتظام جماعت کے متعلق جو فیصلہ مجلس مشاورت میں گذشتہ سال ہوا تھا۔ وہ اپریل گذشتہ میں الفضل و فاروق میں چھپوا دیا گیا تھا۔ اور جماعتوں کو توجہ دلائی گئی تھی۔ کہ اس کے مطابق اپنے ضلع کی [illegible] سے مشورہ کر کے اطلاع دیں۔ کہ کہاں کہاں ضلع جماعت اور کہاں کہاں تحصیل جماعت بنائی جائے۔ اب مجلس مشاورت کی رپورٹ بھی طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے۔ مگر پھر بھی جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ چاہیئے۔ کہ اس فیصلہ کے مطابق اپنے ضلع کی جماعتوں سے خط و کتابت کرنے کے بعد فیصلہ کر کے مجھے اطلاع دیں ؛

۲- جو جماعتیں اپنی کارگذاری کی رپورٹیں مجھے ۲۰ مارچ تک بھیجدیں گی۔ پس ان پر تبصرہ مجلس مشاورت سے پہلے کر سکونگا ورنہ مشکل ہے۔ اس لئے جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ جلد رپورٹیں بھیج دیں ؛

ناظر اعلیٰ قادیان

احمدیہ صنعتی نمائش

حضرت امام علیہ السلام کے منشاء کے ماتحت امسال مشاورت کے موقعہ پر جب ایک صنعتی نمائش کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے سکرٹری مولوی مصباح الدین صاحب مقرر ہوئے ہیں احباب کو چاہیئے۔ نمائش کو کامیاب بنانے میں کوشش فرمائیں۔ تاکہ دینی ترقی کے ساتھ ساتھ جماعت کی صنعت و حرفت بھی ترقی کرے ؛

سکرٹری مجلس مشاورت قادیان

آریہ سماج سے شرافت کا مطالبہ

آریہ سماج کے ایک بدزبان ممبر نے ایک کتاب میں حضرت سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو بےہودہ سرائی کی ہے۔ اس کے متعلق ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کا ایک ضروری اعلان گذشتہ پرچہ میں درج کیا جاچکا ہے۔ آریہ سماج کا فرض ہے۔ کہ اس کی طرف خاص توجہ دے۔ اور فتنہ کے اس باب کو جسے "نیوگ کی غلاسفی" کے مصنف نے کھولا ہے۔ جلد سے جلد بند کر دے۔

ایسی شر انگیز تحریروں پر جب شور پیدا ہوتا ہے۔ تو آریہ سماجی بلکہ ہندو ذی مسلمان لیڈر بھی یہ پکار شروع کر دیتے ہیں۔ کہ یہ ایک انفرادی فعل ہے۔ اسے ہندو یا آریہ قوم کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن اگر اس اعلان پر آریہ سماج نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور اپنے ایک فرد کی اس ناپاک روش سے اظہار برأت نہ کیا۔ تو دنیا سمجھے گی۔ کہ ایسی تصانیف آریوں کی ایک منظم سازش کا نتیجہ ہیں۔ اور ان لوگوں نے مسلمانوں کی دلآزاری اور فتنہ انگیزی اپنا فرض سمجھ رکھا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ ایسے معاملات میں عملی طور پر اقوام عالم کی راہ نمائی فرما چکے ہیں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ دوسروں کے احساسات اور جذبات کا کس درجہ احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضور کو سکھوں کی طرف سے ایک احمدی کی تصنیف کی طرف توجہ دلائی گئی۔ تو حضور نے تحقیقات کے بعد فی الفور اس کی ضبطی کے احکام صادر فرما دئے۔ حتےٰ کہ اس مصنف کو آئندہ کے لئے بغیر اجازت کوئی کتاب شائع کرنے سے منع فرما دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ آریہ سماج کہاں تک اس کتاب کے متعلق شرافت کا ثبوت دیتی ہے۔ جس کی طرف خاص طور سے اس کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔

آریہ سماج جماعت احمدیہ کی طاقت اور قوت سے ناواقف نہیں۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ "سلطان القلم" کے متبع لکھنا جانتے ہیں۔ اور آریہ سماج کو ابدالآباد تک انگاروں پر لوٹنے کے لئے مجبور کر سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے علماء ان کے گھر کے بھیدی ایسی اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ وہ خود بھی اتنے واقف نہ ہونگے۔ ان کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ کی امن پسندی نے ایک ایسا زرین موقعہ پیدا کر دیا ہے۔ کہ اگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو یقیناً بعد میں کف افسوس ملنا اور سخت پچھتانا پڑے گا۔

اشارات

گاندھی جی اپنی تازہ مہم نمک سازی کے متعلق اعلان کر چکے ہیں۔ کہ یہ ان کی آخری جدوجہد ہوگی۔ اب یا تو وہ "مکمل آزادی" حاصل کرلیں گے۔ یا پھر جان دیدیں گے۔ چنانچہ اپنے آشرم میں ۱۲ مارچ انہوں نے "پرارتھنا" کے بعد فرمایا:-

"یا تو ہم آزادی حاصل کر کے آشرم میں آئیں گے۔ اور یہ ہمارا نیا جنم ہوگا۔ یا ہم اس جدوجہد میں جانیں قربان کر دیں گے" (ملاپ ۱۴ مارچ)

گاندھی جی نے اپنے ساتھ جانے والوں کو بھی یہی تلقین کی۔ کہ "وہ یہ مصمم ارادہ کرلیں کہ کامیابی حاصل کئے بغیر واپس نہ لوٹیں گے"۔ اب مستقبل بتائے گا۔ کہ وہ اور ان کے ساتھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ یا جانیں دیدیتے ہیں۔

گاندھی جی کے متعلق ان کے ایک فدائی "مسٹر یتین سین" نے ان سے ملاقات کرنے کے بعد اعلان کر دیا ہے۔ کہ "یہ مہاتما جی کی آخری کوشش ہے۔ اگر ان کو اس میں ناکامی ہوئی تو فاقہ کشی کر کے مر جائیں گے"۔ (ملاپ ۱۴۔ مارچ)

اگر ایسا موقعہ پیش آیا۔ جو اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ گاندھی جی اپنے اقرار پر قائم رہیں۔ تو ان کے پیرؤوں کے لئے ان کی تقلید کرنا لازمی ہوگی۔ اور بقول مالوی جی ایک لاکھ سے بھی زیادہ اشخاص جو ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ انہیں بھی مر جانے کے لئے فاقہ کشی شروع کر دینی پڑے گی۔ اس کا نتیجہ خواہ کچھ ہو۔ لیکن نمک سازی کا کارخانہ جاری کرنے کی نسبت تو یہ طریق عمل یقیناً زیادہ مؤثر ہوگا۔

گاندھی جی نے یہ عجیب و غریب مہم شروع کرتے ہوئے بعض احکام بھی نہایت ہی عجیب نافذ فرمائے ہیں۔ چنانچہ اپنے آپ کو "مستثنےٰ" قرار دیتے ہوئے دوسرے لوگوں سے انہوں نے صاف کہدیا ہے۔ کہ "بیمار پڑنے کا کوئی حق نہیں۔ اور تم ہرگز بیمار مت پڑنا"۔ (ملاپ ۱۲۔ مارچ)

اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے۔ کہ گاندھی جی کو خیال ہوگا۔ وہ لوگ جو ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے ہیں آشرم سے نکلتے ہی بہانہ سازی شروع کر دینگے۔ کوئی سر پکڑ کر بیٹھ جائے گا کسی کو پیٹ درد کی شکایت ہو جائیگی۔ کوئی پیچش میں مبتلا ہو جائیگا کسی کو دست آنے لگ جائیں گے۔ غرض ہر ایک پہلے جتھہ میں نام درج ہو جانے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد کسی نہ کسی بیماری کا بہانہ بنا کر لمبا پڑ جائے گا۔ اور گاندھی جی "بے کارواں ہو کر" "اکیلے" رہ جائیں گے۔ اس خطرہ کے انسداد کے لئے انہوں نے یہ حکیمانہ حکم دے دیا۔ کہ "تم میں سے کسی کو بیمار پڑنے کا کوئی حق نہیں" جس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے۔ کہ تم میں سے کسی کو بہانہ سازی کی اجازت نہیں۔

دوسری وجہ یہ خیال کی جا سکتی ہے۔ کہ جہاں گاندھی جی نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ اس مہم میں پرمیشور ان کے ساتھ ہے۔ وہاں انہوں نے پرمیشور سے یہ بھی طے کر لیا ہے۔ کہ ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بیمار نہ ہو۔ اسی بنا پر انہوں نے سب سے کہدیا۔ کہ "تمہیں بیمار پڑنے کا کوئی حق نہیں"۔ اور جب کسی کا حق ہی نہ رہا تو کیوں کوئی بیمار ہوگا۔

ایک اور وجہ بھی سمجھی جا سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ سب کے "بیمار پڑنے کا حق" گاندھی جی نے اپنے لئے "ریزرو" کرا لیا۔ اور سب کی طرف سے بیمار ہونے کا خود "کفارہ" بن گئے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قافلہ میں "ایک گھوڑی" کو محض اس لئے شمولیت کا شرف بخشا ہے۔ کہ "جب وہ بیمار پڑ جائیں۔ یا ان پر کوئی اور حادثہ پڑ جائے۔ تو وہ استعمال کرینگے"۔ (ملاپ ۱۲۔ مارچ)

گویا سب کی اور سب قسم کی بیماریوں کا آماجگاہ بننے کے لئے گاندھی جی نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

اسی طرح گاندھی جی نے اپنے آشرم میں جمع کر کے سب سے کہہ دیا۔ کہ "رزق کے لئے خدا پر بھروسہ رکھو۔ نہ پانی ساتھ لو نہ کھانا"۔ (ملاپ ۱۲ مارچ)

اگر "خدا پر بھروسہ" رکھنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ کھانے پینے کے لئے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے جائیں۔ یا صورت سوال بنکر ان کے منہ کی طرف دیکھا جائے۔ تو کیوں اسی طرح کامل آزادی کے متعلق "خدا پر بھروسہ" نہیں کر لیا جاتا گھر سے نکلنا "کامل آزادی" حاصل کرنے کے لئے۔ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے۔ خود ہندوستان کا حکمران بننے کے لئے۔ مگر پاس کھانے کے لئے ایک لقمہ اور پینے کے لئے ایک گھونٹ بھی نہ ہونا انسانی عقل و فکر میں آنیوالا امر نہیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ گاندھی جی کو خیال ہوگا۔ جدھر انکا جتھہ رُخ کریگا۔ ادھر انگریزی حکومت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور انہیں اپنی فوج کے لئے سامان رسد با فراط مل جائیگا۔ اسی لئے انہوں نے گھر سے کچھ لے کر چلنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

ابتلاء مومن کی ترقی کا موجب ہوتے ہیں

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۷ مارچ ۱۹۳۰ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی سنت

ہے۔ کہ وہ انسان کو متواتر جگاتا رہتا ہے۔ کیونکہ انسان اُن تعلقات کی وجہ سے جو اس کے جسم اور جسمانیات سے وابستہ ہیں۔ غفلت کی طرف مائل رہتا ہے۔ اگر ہم

اپنی زندگی پر غور

کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس کا بیشتر حصہ ہمیں مجبوراً ایسے کاموں میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ جن کا براہ راست دین سے تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک رنگ میں غفلت کا موجب ہوتے ہیں۔ نیند پر ہمارا بس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اور ایسا ضروری قرار دیا ہے۔ کہ ہم کلی طور پر اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ تھوڑا بہت بہرحال ہر ایک کو سونا پڑتا ہے۔ اگر اس سونے کے وقت کو نکال دیا جائے۔ تو ایک

معقول حصہ زندگی

کم ہو جاتا ہے۔ بچے عام طور پر آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ نوجوانوں کو طبیب اور ڈاکٹر لوگ ۶۔ ۷ گھنٹے سونے کا مشورہ دیتے ہیں۔ غافل نوجوان عام طور پر ۹۔ ۱۰ گھنٹہ سوتے ہیں۔ بلکہ بعض تو گیارہ بارہ گھنٹے بھی سوتے ہیں۔ دنیا میں ہوشیار لوگ کم ہیں۔ اور غافل بہت زیادہ۔ اس لئے اگر اوسط لگائی جائے تو ہر انسان کے لئے نیند روزانہ ۷۔ ۸ گھنٹے سے کم نہ ہوگی۔ اور اس اوسط کے لحاظ سے

انسان کی عمر کا تیسرا حصہ

گویا نیند میں نکل جاتا ہے۔ اوسط عمر ہمارے ملک میں ۳۵۔ ۴۰ سال ہے۔ یہ اگر ۴۰ سال بھی فرض کر لیں۔ اور اس میں سے تیسرا حصہ نیند کا نکال دیا جائے۔ تو باقی ۲۶ سال بچتے ہیں۔ اس میں سے اگر بچپن کا زمانہ نکال دیں۔ اور بچپن کا زمانہ اگر پندرہ برس بھی فرض کر لیں۔ تیسرا حصہ جو پہلے نکل چکا ہے چونکہ اس میں بھی بچپن شامل ہے۔ تو کم از کم دس سال اور کم کرنے پڑینگے۔ اور اس صورت میں صرف ۱۶ سال باقی رہ جائینگے۔ پھر اگر بیماریوں وغیرہ کے دن نکال دیئے جائیں۔ اور کم از کم ایک سال ہی ان کے لئے رکھا جائے۔ تو باقی ۱۵ سال بچینگے۔ ان میں سے اگر کھانے پینے۔ نہانے۔ کپڑے بدلنے۔ پاخانہ پیشاب وغیرہ کے اوقات نکال دیں۔ جو میرے نزدیک ۲ گھنٹہ روزانہ سے کم نہیں ہوتے۔ تو اس حساب سے گویا بارھواں حصہ اور کم ہو گیا۔ جو سوا سال ہوتا ہے۔ اور اس طرح ۱۳ ۳/۴ سال رہ جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے۔ جو جاگنے کا ہے۔ اس میں ہی

دنیوی ضرورتیں

پورا کرنے کا وقت بھی ہے۔ دوستوں کی ملاقات کا وقت بھی۔ سفر کا بھی۔ زمیندار کو اپنا زمینداری کا کام کرنا ہوتا ہے۔ اور نوکر کو نوکری کا۔ اور اگر یہ کام روزانہ چھ گھنٹے بھی فرض کر لیں تو ۱/۴ حصہ اور نکل جاتا ہے۔ بچپن کا پندرہ برس کا زمانہ نکال کر باقی ۲۵ سال کا ۱/۴ حصہ ۶ ۱/۴ سال ہے۔ اس میں سے گھر کے کام کاج سودا سلف کی خرید و فروخت۔ بچوں کی نگرانی بیوی بچوں سے ملنا جلنا۔ ان کے حقوق ادا کرنا وغیرہ کاموں کے اوقات نکال دیں۔ تو ۶ ۱/۴ سال میں سے بھی قریباً نصف عرصہ باقی رہ جاتا ہے۔ اور اس طرح گویا قریباً

چار سال کا عرصہ

ہے۔ جسے انسان خدا تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کر سکتا ہے کرتا ہے کا سوال نہیں۔ بلکہ یہ وہ عرصہ ہے۔ جو اگر انسان چاہے۔ تو خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے۔ کہ واقعی کتنا خرچ کرتا ہے۔ تو اس کی مقدار بہت قلیل نظر آئے گی۔ جو لوگ نماز وغیرہ کے پابند اور دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ بھی زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ دینی کام میں صرف کرتے ہیں۔ یعنی اٹھارھواں حصہ اور اگر بچپن کی عمر کو نکال دیا جائے۔ تو بقیہ عمر کے لحاظ سے اس عرصہ کے دو سوا دو سال بنتے ہیں۔ گویا دنیا کے نیک لوگ اپنی

عمر کا بیسواں حصہ

خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور باقی اُنیس حصے وہ اپنی جسمانی ضروریات۔ روزگار۔ سیر و سیاحت۔ اور بیوی بچوں کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ سو جہاں ۱۹/۲۰ حصہ غفلت اور صرف ایک حصہ ہوشیاری کا سامان ہو۔ اور وہ بھی صرف نیک لوگوں کے لئے غافل لوگوں کی بیداری کا زمانہ تو ایک دو یوم یا ہفتہ دو ہفتہ سے زیادہ نہیں نکلیگا۔ ہفتوں پر ہفتے اور مہینوں پر مہینے گذرتے جائیں گے۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوگی۔ وہ گذرتے ہوئے کسی لولے لنگڑے یا اپاہج کو دیکھتے ہیں۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ خدا کی قدرت۔ لیکن اگلے ہی قدم پر خدا تعالیٰ کی قدرت انہیں بھول جاتی ہے۔ ان کے گھر میں بیماری ہو۔ تو کہتے ہیں خدایا رحم کر۔ لیکن تھوڑا ہی عرصہ بعد وہ خدا تعالیٰ کے رحم کو قطعاً فراموش کر دیتے ہیں پس جہاں اس قدر

غفلت کے سامان

ہوں۔ وہاں ضروری ہے۔ کہ جگانے کے سامان بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ انسان کو بار بار جگاتا رہتا ہے۔ کہیں مالی ابتلاء۔ کہیں عزت و آبرو کے ابتلاء۔ کہیں عزیز و اقارب کی جدائی کے ابتلاء لاتا ہے۔ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ولنذیقنہم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلہم یرجعون ؂ یعنی

دنیا کی چیزیں

انسانوں کو ہر لحظہ اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اور وہ ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے ہم انہیں چھیڑتے رہتے ہیں۔ تا وہ اس خیال سے کہ کہیں عذاب اکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں ہماری طرف آ جائیں۔ اور

زندگی کا اصل مقصد

حاصل کر لیں۔ غرض ابتلاء درحقیقت انسان کے

ایمان کی پختگی

کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن یہی ابتلاء بعض کو خدا تعالے سے اور بھی دُور پھینک دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک دوست کے متعلق جو بعد میں سلسلہ میں بھی داخل ہو گئے اور مخلص تھے۔ فرمایا کرتے۔ میں نے اس وجہ سے ان کے ساتھ لمبے عرصہ تک بولنا چھوڑ دیا۔ کہ ان کا ایک لڑکا فوت ہو گیا۔ جب جنازہ پر میرے بڑے بھائی صاحب گئے۔ تو وہ دوڑ کر ان سے چمٹ گئے۔ اور چلا کر کہنے لگے۔ مجھ پر خدا تعالے نے بڑا ظلم کیا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے متعلق جس کا لڑکا فوت ہو گیا تھا۔ سُنا۔ کہہ رہی تھی۔ خدایا۔ اگر تیرا لڑکا فوت ہوتا۔ تو تجھے معلوم ہوتا۔ کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ اس کی جہالت اور نادانی تھی۔ خدا نے ہی اسے لڑکا دیا تھا۔ اسی نے لے لیا۔ اس کا اس میں کیا تھا۔ مگر اس نے یہ نہ سمجھا۔ اور بیہودہ گوئی کرنے لگی۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ بیٹے بیٹیوں سے پاک ہے۔ لیکن پھر بھی جو اس کے سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ وہ انکو

سب سے زیادہ ابتلاء

میں ڈالتا ہے۔ تا دنیا یہ نہ کہے۔ کہ اپنے پیاروں کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اولاد سے بے شک پاک ہے۔ مگر وہ اپنے پیاروں سے اس قدر محبت کرتا ہے۔ کہ کوئی ماں اپنے بچہ سے نہیں کر سکتی۔ مگر پھر بھی اس نے حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسےٰؑ۔ حضرت عیسےٰؑ اور سب آخر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے مصائب میں دیکھا۔ کہ دنیا کا کوئی ماں باپ اپنے اکلوتے بیٹے کو تو درکنار اپنے دس بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھی ایسی تکالیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ مگر پھر بھی اس نے انہیں اس حالت میں رہنے دیا۔ اور کہا ابھی ان کو اور پکنے دو۔ اس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلنے کی تکلیف میں دیکھا۔ مگر یہی کہا۔ کہ اسے بھٹی میں پڑ کر صاف ہونے دو۔ اس نے سالہا سال تک حضرت نوحؑ کو دشمنوں کے ہاتھوں اس طرح ذلت سے مسلا جاتا۔ اور پامال ہوتا دیکھا جس طرح ذلیل سے ذلیل کیڑے کو بھی کوئی نہیں مسلتا۔ مگر خموش رہا۔ اور کہا اس کو ان مصائب سے گذرنے دو۔ کہ یہ میرا

قرب اور کمال

حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ مگر اللہ تعالےٰ جو ان سے بہت محبت کرتا تھا۔ خاموش رہا۔ پھر حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ اور بالآخر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی تکالیف پیش آئیں۔ آپؐ پر ایسے ایسے مصائب آئے۔ کہ آج کوئی انسان انہیں پڑھ کر اپنے آنسو نہیں روک سکتا۔ لیکن باوجود اس کے کہ آپ سید ولد آدم تھے۔ خاتم النبیین تھے۔ تمام نبیوں کے سردار تھے۔ اور باوجود اس کے کہ آپ اللہ تعالےٰ کو اس قدر پیارے تھے۔ کہ اس نے اپنی محبت کو آپ کی محبت میں مرکوز کر دیا۔ اور فرما دیا۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور اپنی

محبت کے تمام دروازے

بند کر دیئے۔ سوائے اس کے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ہو کر آتا تھا۔ مگر آپ کو مصیبت پر مصیبت آئی۔ فاقہ پر فاقے ہوئے۔ آپ نے اپنے محبوبوں اور عزیزوں کو بھوک پیاس سے اپنے سامنے تڑپتے دیکھا۔ ۳ سال تک محصور رہے۔ جہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا تھا۔ اور

درختوں کے پتے

کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ ایک صحابی کہتے ہیں۔ ہمیں آٹھ آٹھ دن پاخانہ نہیں آتا تھا۔ اور جب آتا تھا۔ تو بکری کی مینگنیوں کی طرح کا آتا۔ کیونکہ کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ اور ہم درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ یہ حالت ۳ سال تک رہی۔ پھر اس کے معاً بعد

عزیز ترین وجود

آپ سے جُدا ہو گیا۔ یعنی آپ کی محبوب اور غمگسار بیوی فوت ہو گئیں۔ پھر اور تکالیف آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو لمبا کرتا گیا۔ کیونکہ وہ دنیا کو دکھانا چاہتا تھا۔ کہ اس کا سب سے زیادہ محبوب اس کے لئے سب سے زیادہ تکالیف برداشت کر رہا ہے۔

غرض خدا تعالےٰ کی سنت ہے۔ کہ وہ اپنی مخلوق کو جگانے کے لئے مصائب نازل کرتا رہتا ہے۔ مومنوں کے لئے ان مصائب کا نام اس نے ابتلاء رکھ دیا ہے اور منکروں کے لئے عذاب۔ مومنوں کے لئے صرف عزت کے لئے اور نام رکھ دیا۔ تا ان کے

احترام میں فرق

نہ آئے۔ اور تا دنیا یہ نہ کہے۔ کہ خدا اور اس کے رسولوں کو ماننے والے بھی عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ورنہ چیز ایک ہی ہے۔ جیسے ہم کسی سے کہتے ہیں۔ کھانا ٹھونس لو۔ کسی سے کہتے ہیں۔ کھانا کھا لیجئے۔ اور کسی سے کہتے ہیں۔ تناول فرما لیجئے۔ بات تو ایک ہی ہے۔ لیکن ٹھونس لو کہنا ناراضگی کے لئے۔ کھا لیجئے۔ برابری کے لئے اور تناول فرما لیجئے اعزاز کے لئے ہے۔ ورنہ بات ایک ہی ہے۔ اسی طرح مومن اور کافر دونوں کو مصائب اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مگر نام دونوں کے لئے الگ الگ رکھ دیئے گئے۔ کافر کی تکالیف کا نام عذاب اور مومن کی تکالیف کا ابتلاء رکھ دیا گیا۔ پھر مقصد بھی ایک ہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ غافل لوگ بیدار ہوں۔ اور جو بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ اور ترقی کریں۔ مگر بعض ان عذابوں اور ابتلاؤں سے ترقی کرنے کی بجائے ٹھوکر کھاتے۔ اور اپنی اپنی حالت کے مطابق اور پیچھے جا پڑتے ہیں۔ مومن تو فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن جس کے

ایمان میں خلل

ہو۔ وہ ٹھوکر کھا جاتا ہے۔

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں ایک روایت لکھی ہے۔ بلحاظ روایت تو اس کی صحت کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن سبق حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہے وہ لکھتے ہیں کہ

حضرت لقمان

کو بچپن میں کوئی شخص اٹھا کر لے گیا۔ اور کسی تاجر کے پاس فروخت کر دیا۔ آپ اس تاجر کے پاس رہنے لگے۔ آپ کی لیاقت اور ذہانت کو دیکھ کر وہ تاجر آپ سے بے حد محبت کرتا۔ اور آپ کو اپنے بچوں کی طرح رکھتا۔ حتیٰ کہ آپ کے بغیر کوئی چیز نہ کھاتا۔ اور جب کچھ کھانے لگتا۔ تو ان کو بھی شریک کر لیتا۔ ایک دفعہ اس کے ایک گماشتہ نے کسی دور دراز علاقہ سے اس کے لئے

بے موسم کا خربوزہ

بھیجا۔ تاجر نے اس کی ایک قاش کاٹ کر حضرت لقمانؑ کو دی۔ آپ نے اسے نہایت مزے سے کھایا۔ تاجر سمجھا۔ بہت مزیدار ہے۔ اس لئے اس نے ایک اور قاش دی وہ بھی انہوں نے اسی طرح مزے سے کھائی۔ اس پر اس کی طبیعت بھی چاہی۔ کہ ایسا مزیدار خربوزہ خود بھی کھائے۔ اور ایک قاش کاٹ کر اس نے اپنے منہ میں ڈالی۔ مگر اسے معلوم ہوا۔ کہ خربوزہ

سخت کڑوا

ہے۔ اس پر وہ حضرت لقمان سے ناراض ہوا۔ کہ میں تو تمہارے مزے کی خاطر تمہیں دے رہا تھا۔ اگر کڑوا تھا۔ تو تم نے مجھے بتا کیوں نہ دیا۔ یا اپنے چہرہ سے اس کی کڑواہٹ کا اظہار کیوں نہ کیا۔ حضرت لقمانؑ نے جواب دیا جس ہاتھ سے میں اتنی میٹھی چیزیں کھا چکا ہوں۔ اس سے ایک کڑوی ملنے پر میں اس قدر احسان فراموش کیوں بنتا۔ کہ مُنہ بنانے لگتا۔

مومن کا کام ہے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے اسے زجر ہو۔ تو بھی اپنے ایمان کو متزلزل نہ ہونے دے۔ کیونکہ قرآن شریف میں

منافق کی علامت

یہ بتائی گئی ہے۔ کہ جب تک اسے ہم نعمتیں دیتے جائیں وہ خوش

رہتا ہے۔ لیکن جب ہاتھ روک لیں۔ ناراض ہو جاتا ہے۔ مگر مومن ابتلاء میں ثابت قدم رہتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک

عبرت انگیز واقعہ

ہے۔ آپؐ جنگ تبوک کے لئے نکلے۔ بعض لوگ پیچھے رہ گئے۔ آپ ان پر ناراض ہوئے۔ اور حکم دیا۔ ان سے کوئی کلام نہ کرے اور کچھ دنوں کے بعد حکم دیا۔ ان کی بیویاں بھی ان سے علیحدہ رہیں۔ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کتنی بڑی سرزنش تھی

ایک صحابی

بیان کرتے ہیں۔ میں متواتر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ اور آکر السلام علیکم کہتا۔ اور خیال کرتا آپ بولینگے تو نہیں۔ مگر شاید منہ میں جواب دیں۔ اس لئے آپ کے ہونٹوں کی طرف دیکھتا۔ لیکن جب کوئی حرکت نہ ہوتی۔ تو اٹھکر چلا جاتا۔ اور دوبارہ آکر السلام علیکم کہتا۔ اور پھر ہونٹوں کی طرف دیکھتا۔ جب ہونٹوں میں حرکت نہ نظر آتی۔ تو پھر باہر چلا جاتا۔ اور پھر آتا۔ اسی طرح آتا جاتا رہتا۔ ایک دفعہ میں اپنے بھائی کے ساتھ ہو لیا۔ جس سے مجھے اتنی محبت تھی۔ کہ ہمیشہ ہم اکٹھا کھانا کھاتے تھے۔ اس سے میں باتیں کرتا گیا۔ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے تنگ آکر کہا۔ کہ تُو تو اچھی طرح جانتا ہے۔ میں منافق نہیں ہوں۔ محض غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ اس پر میں نے خیال کیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو گا۔ کہ اتنا عزیز بھائی بھی میری طرف توجہ نہیں کرتا۔ میں دل برداشتہ ہو کر بازار کی طرف چلا گیا۔ راستے میں مجھے بعض لوگوں نے بتایا۔ کہ ایک اجنبی تمہیں پوچھتا پھرتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد۔ ایک شخص نے پوچھا۔ کیا تم مالک ہو۔ وہ شخص

غسان کے فرمانروا کا ایلچی

تھا۔ جو سرحد پر سلطنت روما کے ماتحت ایک عیسائی ریاست تھی۔ اس نے مجھے ایک خط دیا۔ جس میں لکھا تھا۔ ہمیں معلوم ہے۔ تم کتنے معزز آدمی ہو۔ اور قوم میں تمہیں کس قدر رسوخ اور تصرف حاصل ہے۔ مگر خبر ملی ہے۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تم سے ایسا بُرا سلوک کیا ہے۔ جو ذلیل لوگوں سے بھی نہیں کیا جاتا۔ اس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔ اگر تم ہمارے پاس آجاؤ۔ تو ہم تمہارا مناسب اعزاز کریں گے۔ میں نے یہ خط پڑھ کر دل میں کہا۔ یہ

شیطان کا آخری حملہ

ہے۔ خط لانے والے سے میں نے کہا۔ آؤ اس کا جواب دوں۔ میں اسے ساتھ لے کر چلا۔ آگے ایک تنور جل رہا تھا۔ میں نے خط اس میں پھینک کر کہا۔ اپنے آقا سے جاکر کہدو۔ کہ اس کے خط کا یہ جواب ہے۔ یہ کہہ کر میں گھر آگیا۔ کہ چونکہ کوئی بات تو کرتا نہیں۔ اس لئے میں اب گھر میں ہی رہنے لگا۔ آخر ایک دن صبح کی نماز کا وقت تھا۔ کہ میں نے سُنا ایک شخص دور پہاڑی سے آواز دے رہا ہے۔ مالک مبارک ہو۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے تمہیں معاف کر دیا۔ مالک مالدار آدمی تھے۔ اور جنگ سے بھی وہ اسی لئے رہ گئے تھے۔ کہ انہوں نے سمجھا۔ میرے پاس سواری ہے جب چلوں گا۔ لشکر میں جاکر شامل ہو جاؤں گا۔ مگر وہ اسی خیال میں رہ گئے۔ انہوں نے کہا۔ میں چونکہ مال و دولت کی وجہ سے جہاد سے محروم رہا ہوں۔ اس لئے

اپنی ساری جائداد

خدا تعالے کی راہ میں دیتا ہوں۔ اور ایسی وفاداری سے اس عہد کو نباہا۔ کہ جس شخص نے سب سے پہلے آپ کو مبارکباد دی اسے بھی اپنے ایک دوست سے قرض لے کر تحفہ دیا۔ اپنے مال سے کچھ نہ دیا۔ کیونکہ وہ ان کے نزدیک ان کا نہیں بلکہ خدا تعالے کا ہو چکا تھا۔ تو مومن

ابتلاء میں ترقی

کرتا ہے۔ لیکن منافق اور بھی گر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ابتلاء آتے ہیں۔ وہ اسلئے آتے ہیں۔ کہ لعلھم یرجعون جب کافر پر عذاب بھیجنے سے بھی خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی طرف لوٹے۔ تو مومن پر ابتلاء اسے اپنے سے دور کرنے کے لئے کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو شخص دشمن کو بھی اس کے فائدہ کیلئے سزا دیتا ہے۔ وہ دوست کو نقصان کے لئے کس طرح تکلیف دے سکتا ہے۔ لیکن بعض نادان اپنے نفع ونقصان اور مفید و مضر میں امتیاز نہ کر سکنے کی وجہ سے سخت ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اللہ تعالے کی طرف سے جو عذاب پہنچتا ہے۔ اس کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ دلوں کو صاف کرے۔ اگر انسان اس سے سبق حاصل کرے۔ تو وہی اس کے لئے

برکت کا موجب

ہو جاتا ہے۔ اور اگر دور جا پڑے۔ تو اللہ غنی ہے۔ اسے کسی کی پرواہ نہیں۔ اسلئے تم پر بھی جب کوئی مصیبت آئے۔ تو اگر اپنے آپکو منافق سمجھتے ہو۔ جب بھی یہی خیال کرو۔ کہ اس کی غرض لعلھم یرجعون۔ ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا دوست سمجھتے ہو۔ تو یہ خیال کرو۔ کہ جب کوئی ذلیل انسان بھی اپنے دوست کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ تو خدا تعالے اپنے دوست کو کس طرح ضائع کر سکتا ہے۔ پس یقین رکھو۔ کہ وہ ابتلاء بھی تمہارے اعزاز کے لئے ہے۔ تباہی کے لئے نہیں ٭

دین کو دُنیا پر مقدم کرنیکا عملی ثبوت

ذیل میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی کی فہرست معہ مختصر سی کیفیت کے دی جاتی ہے۔ جنھوں نے جنوری سنہ ۱۹۳۰ء میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دیا ہے۔ اور علاوہ متروکہ جائداد دینے کا وعدہ کرنے کے ماہوار آمد کا بھی حصہ دینا قبول کر کے اپنا گھر جنت میں بنا رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ضمیمہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو۔ کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔ بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے"

(۱) چودھری علی حسن صاحب سنور ریاست پٹیالہ ماسے کا ۱/۸ حصہ ماہوار۔

(۲) میاں عبدالرحیم صاحب ورق ساز قادیان ماسے کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار۔

(۳) شیخ عبدالحمید صاحب سکرٹری تبلیغ دہلی ماسے کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار۔

(۴) بابو محمد علی صاحب دہلی ماسے کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار

(۵) میاں سراج الدین صاحب ساکن دہلی ماسے کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار۔

(۶) چوہدری عبداللہ خان صاحب پنچایت افسر مظفر گڑھ ماسے کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار؛ (سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان دارالامان)

غلط فہمی کا ازالہ

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اخبار "زمیندار" کے کسی گزشتہ پرچہ میں ایک مضمون کسی "عبدالعزیز انگلش ٹیچر کلانور" نے لکھا ہے۔ ایک کلانور تو ضلع رہتک میں ہے جس میں ایک ہائی سکول ہے اور میں بطور سیکنڈ ماسٹر کام کر رہا ہوں۔ اگر کلانور ضلع رہتک والا ہے۔ تو اس جگہ سوائے میرے اور کوئی عبدالعزیز ٹیچر نہیں ہے اگر "زمیندار" میں شائع شدہ مضمون میری طرف منسوب کیا جائے تو میری طرف سے اپنے معزز اخبار "الفضل" میں مندرجہ ذیل سطور چھپوا کر غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے۔ (خاکسار عبدالعزیز بی۔ اے)

عبدالعزیز سیکنڈ ماسٹر سی ایم آر ہائی سکول نے آج تک حضرت مرزا صاحب یا انکے کسی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ وہ نہ قادیانی ہے اور نہ قادیانیوں پر صلواتیں بھیجتا ہے۔ وہ بہت عرصہ سے قادیانی تحریک کا دلچسپی سے مطالعہ کر رہا ہے۔ اور وہ کام جو قادیانی جماعت نے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں کیا ہے۔ اسے نہایت عزت

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

۲۱ - فروری سنہ ۱۹۳۰ء - بوقت جمعہ

سمال ٹاؤن کمیٹی قادیان کے انتخابات

خطبہ جمعہ شروع کرنے سے قبل فرمایا:-

جس وقت میں مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔ میرے کانوں میں ایک آواز پڑی۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ پریزیڈنٹ لوکل کمیٹی انتخابات سمال ٹاؤن کمیٹی کے متعلق کوئی اعلان کر رہے ہیں۔ اس بارے میں میں یہ کہدینا چاہتا ہوں۔ ہمارا مسلک یہ ہے۔ کہ لوکل معاملات کو لوکل جماعتوں کی کثرت رائے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور باقی حصہ کو کثرت کے پیچھے چلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صرف دو ہی موقعوں پر دخل دیا جاسکتا ہے۔ ایک تو اس وقت جب قلیل التعداد اکثریت کے خلاف ووٹ دیں۔ اور دوسرے اس وقت جب کوئی ایسی بات پیش آجائے۔ جس سے جماعت کے مجموعی فوائد وابستہ ہوں۔ اور لوگوں کی رائے اس کے خلاف ہو۔ تو ہدایت کردی جاتی ہے۔ اس کے سوائے اور کسی موقعہ پر دخل اندازی نہیں کی جاتی۔ اسی لئے مقامی انتخابات میں بھی میں پسند نہیں کرتا۔ کہ دخل دیا جائے۔ اور اسی کو پسند کرتا ہوں۔ کہ ہر محلہ کے لوگ اکٹھے ملکر فیصلہ کرلیں۔ اور کثرت کی جو رائے ہو۔ اس پر عمل کیا جائے۔ ہاں ایک چیز جس کے متعلق میں پہلے بھی بیان کرچکا ہوں۔ یہ ہے۔ کہ پروپیگنڈا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس طرح آپس میں کشمکش شروع ہو جاتی۔ اور خواہ مخواہ کی تلخی پیدا ہوجاتی ہے۔ پس چونکہ ضد اور تعصب پروپیگنڈا سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اصول یہ ہونا چاہیئے کہ ایک یا دو یا زیادہ اشخاص کے نام پیش کردئے جائیں۔ اور لوگوں کی رائے کو آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ پروپیگنڈا کا طریق سخت معیوب ہے۔ کیونکہ اس سے ضد اور تعصب پیدا ہوتا ہے۔ اور نیکی باقی نہیں رہتی۔ یہ بالکل نہیں ہونا چاہیئے۔

صحابہ کو دیکھو۔ خلیفہ کے انتخاب کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سات آدمیوں کی ایک کمیٹی بنادی تھی۔ لیکن انہوں نے بھی آپس میں پروپیگنڈا نہیں کیا۔ اس وقت میں اس بحث میں نہیں پڑتا۔ کہ انہوں نے آپس میں کس طرح رائے کو پختہ کرلیا۔ باوجودیکہ پروپیگنڈا بھی نہ کیا۔ مگر یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس طرح پروپیگنڈا جائز نہیں اس لئے اگر کسی خاص شخص کی تائید میں کوئی شخص پروپیگنڈا کر رہا ہو۔ تو میں یہی کہونگا۔ کہ اس کی مخالفت کی جائے۔ لیکن یہ بات صرف جماعت کے لئے ہے۔ جب جماعت کسی فیصلہ پر پہونچ جائے تو پھر دوسروں میں اس کے متعلق پروپیگنڈا ضرور ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا اثر جماعت کی رائے پر نہیں۔ بلکہ دوسروں کی رائے پر ہوگا لیکن اگر ثابت ہو جائے۔ کہ جماعت میں کسی شخص کا دوست دشمن نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کوئی دشمن کسی کو نقصان پہونچانے کے لئے اس کے حق میں پروپیگنڈا کر کے میرے ان الفاظ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہے۔ اس لئے دشمن نہیں۔ بلکہ اگر کسی دوست کی طرف سے پروپیگنڈا ہو رہا ہو۔ تو اس کی مخالفت کی جائے۔ اس کے متعلق ایک ہدایت میں اور بھی دینا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ سمال ٹاؤن کمیٹی کا کام ابھی نیا نیا ہے۔ اور نئے کاموں کو جاری رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ کام کرنے والوں کو کافی وقت دیا جائے۔ اس لئے اگر کسی ممبر پر کوئی خاص اعتراض نہ ہو۔ تو میں یہی مشورہ دوں گا۔ کہ موجودہ ممبران کو برقرار رکھا جائے۔ تا انہیں کام کرنے کے لئے چھ سال کا موقعہ مل سکے۔ چھ سال کے بعد اگر بہتر آدمی ملے۔ تو ضرور اسے منتخب کرلیا جائے۔ لیکن اب کے چاہے بہتر آدمی ملے پھر بھی اگر کسی ممبر کی ذات میں کوئی خاص نقص نہ ہو جس کا اثر جماعت کے فوائد پر پڑتا ہو۔ تو اُسے ہی رہنے دینا چاہیئے۔ تا انہیں کام کرنے کا موقعہ اور مل سکے۔ ابھی کام ابتدائی حالت میں تھا۔ اور کمیٹی نے ٹیکس بھی وصول کرنے تھے۔ اور یہ قدرتی بات ہے۔ کہ ایسی حالت میں کام کرنے والوں سے منافرت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ اپنی ذات کے لئے نہیں۔ بلکہ جماعت کے فائدہ کے لئے کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ جب تک کسی قوم کو تمدنی حقوق نہ ملیں۔ اور اس میں انہیں استعمال کرنے کی عادت نہ ہو جائے۔ خاطر خواہ ترقی نہیں ہو سکتی۔ ٹیکس وغیرہ کا لگانا اور وصول کرنا جن لوگوں کے ذمہ ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ نکو بن جایا کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے سختی کی۔ حالانکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ شہر کے فائدہ اور آئندہ ممبروں کی سہولت کے لئے کرتے ہیں۔ اس ڈیوٹی کے لحاظ سے ان کے خلاف بعض باتیں ایسی ہو سکتی ہیں۔ جن کی بنا پر ان کی مخالفت کا خیال پیدا ہو لیکن ان کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر موجودہ ممبروں میں سے کسی کا وجود سلسلہ کے مفاد کے لحاظ سے نقصان رساں ہو۔ تو اُسے ضرور بدل دینا چاہیئے۔ لیکن اگر ضرر کا سوال نہ ہو۔ تو خواہ ان سے بہتر آدمی بھی مل سکیں۔ تو بھی ان کو ابھی نہیں ہٹانا چاہیئے۔ بلکہ کام کرنے کے لئے انہیں مزید موقعہ دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ مفید عام کام کرکے دکھا سکیں ٭

لیکن اس کے باوجود اس بات کا انتظام کرلینا چاہیئے۔ کہ محلہ وار ہر شخص اپنی رائے کا اظہار کرسکے۔ اور اپنے قصبہ کے فائدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا خیال پیش کرسکے۔

نماز جنازہ غائب

خطبہ ثانی میں فرمایا:-

جمعہ کے بعد میں سکندر خاں صاحب ساکن ساون لنڈ ضلع ڈیرہ غازیخاں کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ضلع ڈیرہ غازیخاں میں جماعت کم ہے۔ اور بعض مقامات ایسے ہیں۔ جہاں پچاس پچاس میل تک کوئی احمدی نہیں۔ اس لئے ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ جس کا جنازہ پڑھنے والے احمدی نہ ہوں۔ یا بہت کم احمدی ہوں۔ "الفضل" والوں کو بھی چاہیئے۔ جس وقت کسی ایسے جنازہ کے پڑھے جانے کا اعلان کیا جائے۔ وہ بھی اس کے متعلق اخبار میں اعلان کردیا کریں۔ تا دوسری جماعتیں بھی جنازہ پڑھیں۔ جو مومن کسی ایسی جگہ فوت ہوتا ہے۔ جہاں اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ہو۔ اس کا جنازہ تمام جماعتوں کو پڑھنا چاہیئے۔ تا معلوم ہوسکے کہ ہم سب متحد ہیں۔ اور ایک دوسرے سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس لئے ایسے نام ضرور شائع ہوں۔ تا اور نہیں۔ تو اخبار پڑھتے وقت ہی دعا کی جاسکے۔ اور مومن کی تو ایک منٹ کی دُعا بھی کیا سے کیا کرسکتی ہے ٭

۲۰ - فروری بعد نماز عصر

حفاظت قرآن

ایک صاحب نے سوال کیا۔ دھرم بھکشو نے اپنی کتاب "کلام الرحمن" میں لکھا ہے۔ قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں جس سے معلوم ہو۔ کہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالےٰ نے کیا ہے ٭

فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہے۔

کہا گیا۔ اس نے لکھا ہے۔ ذکر سے مراد پہلی کتابیں ہیں ٭

فرمایا۔ اس طرح تو قرآن کے معنے بھی ہر پڑھنے والی چیز کرکے قرآن سے انکار کیا جاسکتا ہے ٭

اسی دوست نے کہا۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حفاظ کا موجود ہونا کوئی دلیل نہیں۔ خود خدا تعالےٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ نے ویدوں کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق تو اب وحی بند ہوگئی۔ لیکن ویدک دھرم میں اس کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند پر وید دوبارہ نازل ہوئے۔ اگر وید اور قرآن کے تمام نسخوں کو دنیا سے تلف کردیا جائے۔ اور ایک بڑے سے بڑے مسلمان کو اور مجھے ایک جگہ بند کردیا جائے۔ کہ قرآن اور وید لکھیں۔ تو مسلمان پر تو قرآن دوبارہ نازل نہیں ہوگا۔ لیکن مجھے ویدوں کا گیان مل جائے گا ٭

فرمایا۔ ویدوں کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالےٰ نے کہاں کیا ہے یہ تو محض گپ ہے۔ باقی وید اور قرآن کو تلف کرنے کی کیا ضرورت ہے

انہیں کھول کر سامنے نہ رکھا جائے۔ اور ایک بند کمرہ میں ایک مسلمان حافظ قرآن کو اور اس کے ساتھ ہندو ویدوں کے جس حافظ کو چاہیں بٹھا دیں۔ اور دیکھ لیا جائے۔ مسلمان حافظ قرآن لکھنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ یا ہندو حافظ وید لکھنے میں۔ فرمایا۔ یہ کتاب تو محض تمسخر معلوم ہوتی ہے۔ اور عیسائیوں کے اعتراضات کو نقل کر دیا گیا ہے۔ ورنہ کوئی معقول بات تو اس میں ہے نہیں۔ یہ دلائل جواب آریہ ویدک دھرم کی صداقت میں دینے لگے۔ وہ ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی صداقت میں اصولی رنگ میں پیش کئے تھے۔ اور جن کی آجتک آریہ سماج مخالفت کرتی رہی ہے۔ ڈاکٹر چرنجیت نے جس کے جواب میں چشمۂ معرفت لکھی گئی۔ انہی تمام باتوں کو جنہیں آج دھرم بھکشو صاحب۔ صداقت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ مخالفت کی تھی۔

ویدوں کے رشی

اسی دوست نے کہا۔ اس نے لکھا ہے۔ ویدوں میں اچھی طرح ان رشیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جن پر وید نازل ہوئے تھے۔ حتےٰ کہ ان کے ماں باپ کے حالات بھی درج ہیں۔ اور ان کے نیک و پاک ہونے کا اقرار موجود ہے۔

فرمایا۔ ویدوں میں اگر لکھا بھی ہے۔ کہ وہ بہت نیک لوگ تھے۔ تو بھی یہ بات ان کی فضیلت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تو ویدوں کا دعوےٰ ہے۔ اسی طرح اگر قرآن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی گئی ہوتی۔ تو یہ کوئی دلیل نہ تھی۔ اس لئے قرآن نے انہی لوگوں کو جو مخالف تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ صرف ویدوں کے کہہ دینے سے کہ وہ اچھے تھے۔ وہ اچھے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اور پھر اس دلیل سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وید دنیا کے شروع میں نازل نہیں ہوئے۔ کیونکہ نیکی تو کلام الٰہی کے نزول کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ پہلے کوئی شریعت تھی جس پر عمل کرنے سے وہ رشی نیک ہو گئے۔

مسلمان مصنفین کی قابل اعتراض باتیں

عرض کیا گیا۔ دھرم بھکشو نے لکھا ہے۔ کہ ہم سوامی دیانند کو رشی مانتے ہیں۔ لیکن ان کی طرف کوئی بری بات منسوب نہیں کرتے۔ پھر اسلامی کتابوں میں مسلمان مصنفین نے بانیٔ اسلام کے متعلق غلط اور قابلِ اعتراض باتیں کیوں لکھی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب سچی باتیں ہیں۔

فرمایا۔ آریوں کو تو ہر جگہ ماریں پڑ رہی ہیں۔ ان میں کسی کو منافقت کے رنگ میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن مسلمانوں کے ہاتھ میں چونکہ حکومت آگئی تھی۔ اسلئے دوسری قومیں، لالچ کی وجہ سے منافقانہ رنگ میں ان میں شامل ہو گئیں۔ اور ان کی وجہ سے بعض باتیں اندر ہی اندر رائج ہو گئیں۔ حکومت اور غلبہ کے وقت منافق پیدا ہوا کرتے ہیں۔ یہاں قادیان میں چونکہ ہمارا غلبہ اور تصرف ہے۔ اس لئے یہاں تو منافق نکل آئیں گے۔ لیکن باہر کی جماعتوں میں جہاں ماریں پڑتی ہیں۔ کوئی منافق شامل نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح مسلمانوں کو چونکہ زبردست طاقت اور قوت حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے ان میں منافقین بکثرت دوسری قوموں سے آکر شامل ہو گئے۔ اور انہوں نے ایسی باتیں مسلمانوں کے اندر رائج کر دیں۔

۲۳ر فروری بعد عصر

انبیاء اور ذنب

ایک صاحب نے دریافت کیا۔ واستغفر لذنبک کے معنے کیا ہیں۔

فرمایا۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ مزید کچھ کہنے کی احتیاج نہیں۔ عربی زبان میں ذنب زائد چیز کو کہتے ہیں۔ اور انبیاء کے لئے جب یہ لفظ استعمال ہو۔ تو اس کے معنے ایسے غلط فیصلے ہی ہو سکتے ہیں۔ جو ترقی کی تدابیر کے راستہ میں روک کا موجب ہو جائیں۔ اس لئے دعا سکھائی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بد نتائج سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم۔ اب یہ فعل کہ منافق آئے۔ اور انہوں نے گھر پر رہنے کی اجازت مانگی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ ایسا نہیں۔ کہ اسے کوئی عقلمند گناہ کہہ سکے۔ مگر عفو گناہ کا ہی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سیاسی تدابیر کے متعلق غلط فیصلہ کو بھی قابل عفو کہا گیا ہے تا اس کے بد نتائج سے اسلام محفوظ رہے۔

۲۴ر فروری بعد ظہر

تفکرات

ایک صاحب نے ذکر کیا۔ ڈاکٹر کی رائے ہے۔ مجھے کوئی مرض نہیں۔ صرف ہجوم تفکرات کا غلبہ ہے۔

فرمایا۔ تمام تکلیف احساس سے ہوتی ہے۔ اگر انسان یہ سمجھ لے کہ جو کچھ ہونا ہے۔ وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ میرے متفکر ہونے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ بلکہ جزع فزع کرنے سے خدا تعالےٰ کی طرف سے جو نصرت آتی ہے۔ اس میں کمی ہو جائے گی۔ اور دل میں ارادہ کر لے۔ کہ تفکرات کو غالب نہیں آنے دیگا۔ اور اللہ تعالےٰ پر توکل رکھے۔ تو تفکرات کے بد نتائج سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

بعد عصر

عذاب قبر

ایک صاحب نے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا۔ جس کے جواب میں حضور نے فرمایا۔ قبر کے مقام کو قرآن کریم نے رحم مادر سے تشبیہ دی ہے۔ جس میں عذاب اور ثواب دونوں ہی کی کیفیتیں ہوتی ہیں۔ جو بچہ رحم مادر میں بیرونی زندگی کے لئے تیار ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ دنیا میں نہیں ہوتا۔ مگر دنیاوی اثرات اس پر جاری ہوتے ہیں۔ ماں کے کھانے پینے کا اچھا یا برا اثر اس پر پڑتا ہے۔ ماں جس ہوا میں رہتی ہے۔ اس سے بچہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ ماں کی دوسری حرکات و سکنات اور خیالات کا اثر اس پر ہوتا ہے۔ غرضیکہ جس قسم کی نشو و نما اس نے دنیا میں آکر حاصل کرنی ہے۔ اسی قسم کی کیفیات اس میں پیدا ہو رہی ہوتی ہیں۔ اور دنیا میں جو کچھ اسے پیش آنا ہوتا ہے۔ اس سے وہ وہیں حصہ لینا شروع کر دیتا ہے۔ اگرچہ اتنا نہیں جتنا کہ دنیا میں لیتا ہے۔ گویا دنیاوی زندگی کے لئے وہ تیار ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح احادیث سے قبر کے متعلق بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں انسان کے اعمال کے لحاظ سے جنت یا دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور وہ اسی قسم کی کیفیات سے متاثر ہونے لگ جاتا ہے۔ جو اسے پیش آنی ہوتی ہیں۔ اگر وہ دوزخی ہے۔ تو دوزخ کی کیفیت کا اثر آہستہ آہستہ اس پر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر جنتی ہے تو جنت کا۔ گویا جو چیز اسے ملنی ہے۔ اس وقت بھی اسے مل رہی ہوتی ہے۔ مگر واسطے سے۔ اور وہ اگرچہ جنت میں نہیں۔ لیکن جنت کے اثرات قبول کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ میں نہ ہونے کے باوجود دوزخ کے اثرات اس پر ہو رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ زمانہ نشو و نما کا ہوتا ہے۔ اور نشو و نما کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس چیز کے ساتھ کچھ نہ کچھ لگاؤ رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آیندہ زندگی کے لئے تیار کرنے کے لئے کچھ مناسبت پیدا کرتا رہتا ہے۔ ورنہ روحانی کیفیت کا نقشہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں کھینچا ہے۔ کہ مالا رأت عین ولا سمعت اذن یعنی انسان اس سے پہلے روشناس نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسی غیر معروف حالت میں انسان یکدم چلا جائے۔ تو یقیناً پاگل ہو جائے اگر انسان فوراً ہی دوزخ میں بھیجدیا جائے۔ تو اسے دیکھکر اس کے حواس قائم نہیں رہ سکتے۔ اور اگر حس ماری جائے۔ تو وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ جو دوزخ میں بھیجنے کا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ

ان زندگی کے لئے آہستہ آہستہ تیار کرتا ہے۔ تا اس میں برداشت کی قوت پیدا ہو جائے۔ یہی حال جنت کا ہے۔

قبر کے عذاب و ثواب کا وقفہ

سوال کیا گیا۔ کہ جو لوگ ابتدائے آفرینش میں فوت ہو گئے۔ اور جو اب فوت ہو رہے ہیں۔ یا اور بھی قیامت کے قرب میں فوت ہونگے۔ ان کے لئے قبر کے عذاب و ثواب کے وقفہ میں تفاوت کیوں ہے۔

فرمایا۔ عذاب قبر دراصل مقصود نہیں۔ بلکہ اصل مقصود کی تیاری ہے۔ اللہ تعالےٰ جو علیم و خبیر ہے۔ اس کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ اسے کس طرح چلائے۔ وہ ہر ایک کی تیاری کے اسباق بھی اس کی مدت کے لحاظ سے تیار کرتا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم کو اگر کسی امتحان کی تیاری چند ماہ میں کرانی ہوگی۔ تو اس کے لئے اور اسباق ہونگے۔ اور جسے ایک سال میں کرانی ہوگی اس کے لئے اور۔ پھر جسے دو سال میں اس کے لئے اس سے علیحدہ۔ اسی طرح قبر میں رہنے والوں کی تیاری بھی ان کے زمانہ قیام کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ اور یوں بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ دماغی ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر دکھ سکھ کے احساسات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں دیکھ لو۔ ایک زمیندار جس قدر تکلیف برداشت کر سکتا ہے۔ اتنا ایک تعلیم یافتہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ مجھے کئی ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ کئی زمیندار ایسے آتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کلوروفارم سونگھانے کی ضرورت نہیں۔ آپ جو عمل ہم پر کرنا چاہتے ہیں۔ بغیر اس کے ہی کر لیں۔ گویا علم۔ حکمت اور فلسفہ سے احساسات تیز ہو جاتے ہیں۔ اور موجودہ و سابقہ زمانہ کی دماغی ترقی میں جو تفاوت ہے۔ وہی ان کے احساسات میں بھی ہے۔ دنیا پر جس قدر زمانہ گذرتا جا رہا ہے۔ اسی قدر انسان کے احساسات تیز ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کی تربیت میں فرق ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے۔ جتنا عرصہ کسی کی تربیت کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اس میں وہ اس کی تربیت کر دیتا ہے۔ جیسے ایک استاد طالب علم کو امتحان کے لئے تیار کرتے وقت کمزور صحت اور طاقتور کا اچھی طرح خیال کر لیتا ہے جن لوگوں پر قبر میں زیادہ زمانہ گذرتا ہے۔ ان کے احساسات بھی تیز نہیں ہوتے۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے ان کے عذاب کی کیفیت بھی ہلکی اور لمبی رکھی ہے۔ اور جن کا وقت کم ہوتا ہے۔ ان کے احساسات تیز اور عذاب زیادہ سخت کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے دیکھ رہا ہے۔ کہ کس کی تربیت کس رنگ میں ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا نقطۂ نگاہ

یہ جواب تو وہ ہے۔ جو لوگوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ لیکن میرا نقطۂ نگاہ اس سے علیحدہ ہے۔ میرے نزدیک وقت کا تعلق مادی دنیا سے ہے۔ مرنے کے بعد انسان پر ایسی کیفیات وارد ہو جاتی ہیں۔ کہ وقت اس پر جاری نہیں رہتا۔ اور جنت کو ابدی اسی لحاظ سے کہا گیا ہے۔ کہ وہاں وقت کا حساب نہیں۔ اس لئے وہاں کے وقت کا حساب یہاں کے سالوں سے لگانا ٹھیک نہیں۔ وقت کا احساس نسبتی ہے۔ ہمارے لئے یہ احساس جس نسبت سے ہے۔ مرنے والوں کے لئے نہیں۔

مختلف دوروں کے اندازے

ایک صاحب نے عرض کیا۔ ان یوماً عند ربك كالف سنة مما تعدون کا پھر کیا مطلب ہوا۔

فرمایا۔ یہ مختلف دوروں کے اندازے ہیں جس طرح بعض انسانی کاموں کے لئے پچاس سال اور بعض کے لئے ہزار سال کی میعاد ہوتی ہے۔

اسلام کی اشاعت اور مسیح موعودؑ

ایک صاحب نے عرض کیا۔ کہ انہ لعلم للساعة فلا تمترن بها جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔

فرمایا۔ ہر نبی کے ساتھ الگ ایک ساعت لگی رہتی ہے اور وہ ساعت انبیاء کی جماعتوں کی ترقی یا تکمیل یا پھر تنزل کی ہوتی ہے۔ اس ساعت سے مراد آنیوالا مسیح ہے۔ جس کے زمانہ سے اسلام کی اشاعت وابستہ ہے۔ فلا تمترن بها دلیل ہے اس امر کی۔ کہ اس سے مراد اگلا مسیح ہے۔ پہلے مسیح کا زمانہ تو گذر گیا تھا۔ یہ تو آیندہ زمانہ میں اسلام کی اشاعت کے متعلق ہی ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے حضرت مسیح نے نشان بننا ہے۔ پس یہ حضرت مسیح کی دوبارہ بعثت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ ساعت جو اسلام کی تکمیل اشاعت کی ساعت ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ پہلے نبیوں نے بھی اس کی خبر دی ہے۔

آریہ سماج دہلی کے چیلنج کی حقیقت

آریہ سماج دہلی کی ایک سبھا نے آریہ اخبار تیج ۲۰ فروری میں غیر مذاہب کو کھلا چیلنج دیا۔ کہ مخالفین ویدک دھرم جس مسئلہ پر چاہیں مباحثہ کر لیں۔ اور اس غرض کے لئے درخواستیں باقاعدہ انجمنوں کی طرف سے سکرٹری آریہ نرک شانتی سبھا کے نام آجانی چاہئیں۔ انجمن احمدیہ دہلی نے خوشی سے اس چیلنج کو منظور کیا۔ اور یہ منظوری جس کی نقل ذیل میں درج ہے اخبار الامان دہلی میں شائع کرا دیگئی۔

"آریہ اخبار تیج مجریہ ۲۰ فروری ۱۹۳۰ء کے صفحہ ۶ کالم اول میں آریہ نرک شانتی سبھا یعنے آریہ انجمن مناظرہ کی طرف سے غیر مذاہب کو کھلا چیلنج دیا گیا ہے۔ کہ مخالفین ویدک دھرم جس مسئلہ پر چاہیں۔ مباحثہ کر لیں۔ اور اسی غرض کے لئے درخواستیں ۲۲ فروری سے قبل باقاعدہ انجمنوں کی طرف سے سکرٹری کے نام آجانی چاہئیں۔ اس کھلے چیلنج کو انجمن احمدیہ دہلی منظور کرتی ہے۔ آریہ سماج کی انجمن مناظرہ جتنے دن چاہے مسلسل بحث کر لے۔ اور جس ویدک سدھانت کو آریہ سب سے مضبوط اور معقول سمجھتے ہوں۔ اسی پر مباحثہ کے لئے ہم طیار ہیں۔ لیکن اگر آریہ سماج یہ چاہتی ہے کہ اہل اسلام خود کوئی مضمون مباحثہ مقرر کر دیں۔ تو ہم آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی کے اعتراضات مندرجہ ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۴ پر مباحثہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ تاکہ ہم لوگوں نے خدا کے فضل سے جس طرح آریہ سماج کے اپنے اصولوں اور سدھانتوں کا کھنڈن کر کے پبلک پر حقیقت ظاہر کر دی ہے۔ اسی طرح سوامی دیانند کے اسلام پر اعتراضوں کی حقیقت بھی کھولکر رکھ دیں۔ اس منظوری چیلنج کی نقل آریہ نرک شانتی سبھا کو باقاعدہ آج پہنچا دی گئی ہے۔ دیکھیں آریہ سماج کی یہ نئی انجمن اپنے چیلنج پر قائم رہتی ہے۔ یا دوسری سماجوں کی طرح کسی حیلے بہانے سے اپنا پیچھا چھڑا لیتی ہے"۔ (خاکسار عبد الحمید سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ دہلی)

ہماری اس تحریر کے جواب میں حسب ذیل خط سکرٹری آریہ سماج کی طرف سے ۲۸ فروری کو موصول ہوا۔

"آپ کا لفافہ جناب کا موصول ہوا۔ جو کہ وہ محض الامان کی نقل ہے۔ اور باقاعدہ کسی انجمن کے کارکن کے نام نہیں ہے۔ نیز نہایت غیر مہذب پیرایہ میں کسی طفل مکتب سے تحریر کرایا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ مباحثہ کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ شرارت پھیلانا مقصود ہے۔ ان ہی وجوہات سے آپ کی انجمن کا عریضہ ۔۔۔ بائیکاٹ کیا ہوا ہے"۔

ملاحظہ فرمائیے اس مہذب خط میں پہلا عذر یہ کیا گیا ہے

۱ کہ منظوری چیلنج محض الامان کی نقل ہے۔ اور کسی انجمن کے کارکن کے نام نہیں ہے۔ الامان میں چیلنج کی منظوری شائع کرانا کوئی جرم نہیں۔ پھر الامان کے جس پرچہ میں یہ منظوری شائع ہوئی اس کا ایک پرچہ باقاعدہ سکرٹری آریہ سماج کو بھیجا گیا تھا۔ نیز اسی مضمون کی ایک نقل چٹھی کی صورت میں الگ روانہ کی گئی تھی۔ جس کی نسبت آپ اقرار کرتے ہیں۔ کہ لفافہ موصول ہوا تھا۔ پھر ہماری منظوری میں آریہ نرک شانتی سبھا کا نام موجود ہے۔ اس لئے

نہ شرارت اسے کہتے ہیں۔ کہ ایک سبھا خود ہی کھلا چیلنج اخبار میں شائع کرائے اور جب اسلامی انجمن اسے منظور کر کے اسکی منظوری کا اخبار میں شائع کرا دے۔ اور اس کی ایک نقل چٹھی کی صورت میں سبھا کے سکرٹری کو بھی بھیجد

خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان کا ذکر

پنڈت لیکھرام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی

۶۔ مارچ وہ تاریخ ہے۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام کی موت خارق عادت طریق سے واقعہ ہوئی۔ ایسے اس دن قادیان میں ایک جلسہ عام منعقد کر کے اس پیشگوئی پر جو تقریریں کی گئیں۔ وہ درج ذیل کی جاتی ہیں:۔ (ایڈ)

جناب شیخ یعقوب علی صاحب کی تقریر

شیخ صاحب نے فرمایا:۔ عزیزو اور بھائیو! ہر مسلمان اپنے نام کے ساتھ ایک فرض بھی رکھتا ہے۔ اور وہ

اسلام کی تبلیغ

کا فرض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کوئی مسلمان پکا ایماندار نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ہر مسلمان اپنے لئے چاہتا ہے۔ کہ وہ ایماندار بنے۔ تو اس پر لازم ہے۔ کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی ایماندار بنانے کی کوشش کرے۔ اس فرض کو سمجھتے ہوئے ضروری ہے۔ کہ وہ ان امور کو مدنظر رکھے۔ جو اس کی سرانجام دہی کے لئے ضروری ہیں:۔

اسلام اور مسلمان

کے الفاظ میں اشارہ ہے۔ کہ مسلمان خود امن میں رہنا چاہتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی امن دیتا ہے۔ ہمیں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے کسی کی دلآزاری یا دلشکنی ہو۔ ہر احمدی پر سب سے زیادہ اس بات کی ذمہ داری ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امن کے شہزادہ تھے۔ آپکا مشن یہی تھا۔ کہ دنیا میں امن و سلامتی پھیلائی جائے۔ آپ کا ایک شعر ہے۔ ؎

گالیاں سنکے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا ہے۔ ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آکر گالیاں دیتا ہے۔ مگر حضور خاموش رہتے ہیں۔ اور ایسا معلوم دیتا ہے کہ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ یہ

کمال اخلاق

ہے۔ بے غیرتی نہیں۔ جذبات پر قابو رکھنا کامل فتح ہے شکست نہیں۔ پس اے عزیزو۔ ہم نے احمدی ہو کر اسبات کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ کہ ہم اپنے جذبات پر کنٹرول رکھیں۔ بیشک ہمارے جذبات کو کچلا جاتا۔ اور ہمیں اشتعال دلایا جاتا ہے مگر ہمارا کام یہ ہے۔ کہ اپنے

جذبات پر قابو

رکھیں۔ کیونکہ ہم تبلیغی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور تبلیغ کے لئے تحمل اور بردباری ضروری ہے۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں۔ کہ میں آپ لوگوں میں بے غیرتی پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ مومن کبھی بے غیرت نہیں ہوتا۔ بلکہ میرا مطلب اس سے موقعہ اور محل کو شناخت کرنا ہے:۔

آج کا جلسہ ایک تبلیغی جلسہ ہے۔ جو

ایک عظیم الشان پیشگوئی

کی یادگار منانے کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ آج کی تاریخ ایک عظیم الشان واقعہ کی یاد دلاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں ایسے وقت میں آتے ہیں۔ جبکہ دنیا خدا تعالیٰ کو بھول چکی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو بھیجکر خارق عادت نشانات دکھاتا ہے۔ اور ان کا آنا خدا تعالیٰ پر ایک تازہ اور لذیذ یقین پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت مبعوث ہوئے۔ یہ قادیان

ایک ویران اور گمنام بستی

تھی۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے فرستادہ کو کہا وَسِّع مَكَانَكَ - يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ - اگر کسی میں ذرا بھی عقل و انصاف کا مادہ ہو۔ تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ آج اس بستی کا کیا حال ہے۔ اور اس نے کس قدر ترقی کی ہے۔ قادیان کا پیشگوئی کے مطابق دن دوگنی ترقی کرنا بتاتا ہے کہ واقعی وہ خدا کا سچا کلام تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اس زمانہ کے مخالف لوگوں میں سے ابھی تک لالہ ملاوامل صاحب موجود ہیں۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ کس طرح خدا نے اپنے کلام کی سچائی ظاہر کی:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے منجانب اللہ ہونے اور اسلام کے صادق مذہب ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو

پنڈت لیکھرام

ایک آریہ آپ کی شہرت سنکر آپ سے آسمانی نشان کا طالب ہوا۔ اور اپنی موت کے متعلق پیشگوئی کرنے کے لئے اصرار کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب اللہ تعالیٰ کی جناب میں توجہ کی۔ تو آپ کو بتایا گیا۔ کہ یہ شخص اپنی شوخیوں اور بدزبانیوں کی پاداش میں ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کے بعد چھ برس کے عرصہ تک عذاب شدید میں مبتلا کیا جائے گا۔ چنانچہ وحی الٰہی کے مطابق پیشگوئی کی میعاد کے اندر اس پر یہ وقت آگیا۔ کہ وہ قتل ہو گیا اور اس کے قاتل کا آج تک کسی کو پتہ نہیں لگا۔ آریوں نے انتھک کوشش کی۔ انعام بھی مقرر کیا۔ بعض احمدیوں پر شبہ کیا گیا۔ مگر باوجود سرتوڑ کوشش کے قاتل کا پتہ نہیں چلا۔ پس ہم اسے خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان یقین کرتے ہیں جو اسلام کی صداقت میں ظاہر ہوا۔ اور پنڈت لیکھرام نے اپنے [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر مہر لگا دی۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے

نشانات اور آیات کی تلاوت

کریں۔ اور انشاء اللہ ہم ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ ہم کسی کی دلآزاری کے لئے ان نشانات کا ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ اسلام کی صداقت اور تبلیغ کے لئے کرتے ہیں۔ یہ اسلام کے سچا مذہب ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صادق اور من جانب اللہ ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مامور من اللہ ہونے پر ایک

بصیرت افروز دلیل

ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے۔ کہ خدا کے اس عظیم الشان نشان کی یادگار منائے:۔

جناب میر قاسم علی صاحب کی تقریر

جناب شیخ صاحب کی اس تقریر کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف فرمودہ ایک مناجات کے چند اشعار پڑھنے کے بعد فرمایا!۔

حضرات! جیسا کہ میرے مکرم شیخ یعقوب علی صاحب نے جلسہ کے

اعتراض بیان کئے ہیں کہ یہ

ایک یادگاری اور تبلیغی جلسہ

ہے۔ اور جب تک دنیا رہے گی۔ اس کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اور نہ صرف ہم احمدی ہی اس کا ہر سال ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ خود آریہ سماج بھی یہ دن ہر سال مناتی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعی یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک زبردست نشان تھا۔ جو یادگار کے طور پر ہر سال منایا جاتا ہے اور مخالفوں کی طرف سے بھی اس کی یاد تازہ کی جاتی ہے :-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اسلام کے سچا مذہب ہونے کے متعلق تحدی کرتے ہوئے دعوےٰ کیا۔ تو تمام مذاہب کے لیڈروں اور نامی گرامی علماء کو

چیلنج

دیا۔ کہ میرے ساتھ اس بارے میں مناظرہ اور مباہلہ کر لیا جائے چنانچہ آپ نے غیر مذاہب کے مشاہیر کو ایک مطبوعہ چٹھی لکھی جس میں تحریر فرمایا :-

"اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے۔ کہ دین برحق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے۔ صرف اسلام ہے۔ اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے۔ صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کو طالب صادق اس خاکسار کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کر سکتا ہے، آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو۔ تو آپ طالب صادق بنکر قادیان میں تشریف لائیں" (مطبوعہ چٹھی انگریزی و اردو سنہ ۱۸۸۵ء)

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مطبوعہ خط پنڈت لیکھرام کی نظر سے گزرا۔ تو وہ آپ سے مقابلہ کیلئے تیار ہو گیا۔ حالانکہ اس خط میں حضورؑ نے عوام کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ بلکہ غیر مذاہب کے شہرت یافتہ معزز اور مقتدر اصحاب کو چیلنج دیا تھا۔ اور پنڈت لیکھرام اُس زمانہ میں کوئی قابل ذکر آدمی نہ تھا۔ نہ کوئی اس کی شہرت تھی۔ نہ عزت۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے آریوں کے رد میں ایک کتاب

سُرمہ چشم آریہ

لکھی۔ جس میں آپ نے اس مباحثہ کا ذکر کرتے ہوئے جو آپ کا پنڈت مرلیدھر آریہ سے ہوشیارپور میں ہوا تھا۔ مرلیدھر اور دوسرے آریہ لیڈروں کو اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ وہ تو خاموش رہے۔ لیکن

لیکھرام بولا

اور اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا :-

"چونکہ ہمارے مکرم و معظم ماسٹر مرلیدھر صاحب و جیون داس صاحب بسبب کثرت کار سرکاری کے عدیم الفرصت ہیں۔ بنابراں اپنے ادتشاہ اور اُن کے ارشاد سے اس خدمت کو بھی نیازمند نے اپنے ذمہ لیا۔ پس کسی دانا کے اس مقولہ پر کہ دروغگو را تا بدروازہ باید رسانید پر عمل کرکے مرزا صاحب کی اس آخری التماس کو منظور کرتا ہوں۔ اور مباہلہ کو یہاں طبع کرا کر مشہور" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۸۴)

پھر ایک لمبی تحریر مباہلہ کے متعلق لکھتے ہوئے آخر میں لکھا :-

"اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر۔ اور جو تیرا ست دھرم ہے۔ اس کو نہ تلوار سے بلکہ پیار سے معقولیت اور دلائل کے اظہار سے جاری کرا۔ اور مخالف کے دل کو اپنے ست گیان سے پرکاش کر۔ تاکہ جہالت و تعصب و جور و ستم کا ناش ہو۔ کیونکہ کاذب۔ صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۸۵)

یہ ہے وہ دعا جو لیکھرام نے مباہلہ کے طور پر لکھی۔ اس کے ساتھ ہی

ایک وید کی دُعا

بھی ہے۔ جس میں آریوں کو پرمیشور کی طرف سے کہا گیا ہے :-

"بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تم مضبوط طاقتور۔ اور کار نمایاں کرنے والے ہو۔ تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دے کر انہیں روگردان و پسپا کرو۔ تمہاری فوج جرار و کار گذار اور نامی گرامی ہو۔ تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔ اور تمہارا حریف نا ہنجار شکست یاب ہو۔ اور نیچا دیکھے۔ مگر میری یہ آشیرباد انہی لوگوں کے لئے ہے۔ جو نیک اعمال اور نیکوخصال ہیں۔ نہ ان کے لئے جو عوام یعنی رعیت کے لوگوں پر ظلم و ستم کرنے والے ہیں۔ میں بدکردار ظالموں کو کبھی آشیرباد نہیں دیتا" (رگوید ادھیائے ۳۔ منتر ۲۔ بھومکا صفحہ ۱۴۳)

اس دعا میں پرمیشور کہتا ہے۔ جو بد اعمال ہیں۔ ان کو میری نصرت نہیں پہونچے گی۔ لیکھرام نے بھی لکھا۔ کہ کاذب صادق کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوتا :-

دوسری طرف

قرآن شریف میں وعدہ

ہے۔ کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم اپنے رسولوں اور نیک لوگوں کی اس دنیا اور آخرت میں مدد اور نصرت کرتے رہیں گے :-

اب ایک طرف قرآن۔ اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ ہیں اور دوسری طرف وید۔ ویدک دھرم اور پنڈت لیکھرام ہیں۔ اب دیکھ لیا جائے۔

کون کامیاب ہوا

اور کون اپنے مقصد میں ناکام و نامراد رہا۔ اور کسے خدا کی آشیرباد

اور نصرت پہنچی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۰- فروری ۱۸۹۳ء

لیکھرام کے متعلق

لکھا :-

"اس شخص (لیکھرام) کی نسبت جب توجہ کی گئی۔ تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب۔ یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے۔ جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کے لئے اُن گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے۔ جو ضرور اس کو مل رہے گا۔ اور اس کے بعد آج ۲۰- فروری سنہ ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے جب توجہ کی گئی۔ تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا۔ کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری سنہ ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا" (اشتہار ۲۰ فروری سنہ ۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں یہ پیشگوئی لکھی ہے۔ وہاں ساتھ ہی ایک ہاتھ بھی بنا دیا ہے۔ اور ایک شعر بھی لکھا ہے۔ جو یہ ہے :- ؎

اَلا اے دشمن نادان و بیراہ۔ بترس از تیغ بُرّان محمدؐ

یعنی آپ فرماتے ہیں۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ لیکھرام چھ سال کے اندر عذاب شدید میں مبتلا ہو گا۔ چنانچہ پیشگوئی کے مطابق چھ سال کے اندر ہی ایسا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے بالمقابل

لیکھرام کی پیشگوئی

یہ تھی۔ کہ

(۱) "آج مبارک دن پھاگن سدی ایکادشی سمت ۴۲ بکرمی کو جو صفائی وقت بستر ہو کر پہر گذر ہوا۔ تو آپ کی تصدیق کلام کے لئے بارگاہ باریتعالیٰ میں جو عرض کرنا چاہا۔ تو ابھی عرض تمام نہ ہی میری زبان پر گزرا تھا۔ کہ اوتعالےٰ نے نہایت جلال سے فرمایا کہ وہ شخص تو روز ازل میں مکار و غدار اور مفتری کیا گیا ہے۔ اور زمانہ آئندہ میں ایک دو شخص ایسے ہی اور بھی ہونگے۔ میں نے عرض کی۔ کہ بارخدایا! ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا۔ جو بندگان ایزدی کو گمراہ کرتا ہے۔ فرمایا۔ ابھی اس کے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے۔ تین سال میں سزا دیجائیگی" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۸۵)

(۲) "آپ (مرزا صاحب) کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔ خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہیگا۔ پھر معدوم محض ہو جائے گا" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۲۹۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی میں لیکھرام کے متعلق میعاد۔ دن۔ وقت اور طریق عذاب صاف بتلا دیا گیا تھا۔ عذاب کی پیشگوئی تھی۔ جس کی انتہائی حد چھ سال مقرر تھی۔ اور وقوعہ کے لئے عید کا دوسرا دن مقرر تھا۔ ادھر لیکھرام کی پیشگوئی میں حضرت مرزا صاحب کے لئے ۳ سال تھے۔ اور آپ کو غایت درجہ ۳ سال تک زندہ رہنا چاہئے تھا۔ دنیا منتظر تھی کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ کہ یکا یک وہ تین سال گذر گئے۔ جن کے اندر حضرت مرزا صاحب اور ان کی ذریت کا خاتمہ بتایا گیا تھا۔ جس سے ثابت ہوگیا کہ

لیکھرامی پیشگوئی

جھوٹی اور اس کا مذہب باطل اور حقانیت سے دُور تھا۔ کیونکہ بجائے اس کے کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کی ذریت منقطع ہو آپ دُنیا میں بیش از بیش پھلے پھولے۔ آپ کی ذریت اور آپ کے ماننے والے زیادہ سے زیادہ ہُوئے۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کی چھ سالہ پیشگوئی کے مطابق لیکھرام کو جو چار سال تک زندہ رکھا۔ تو اس میں حکمت یہ تھی۔ تاکہ وُہ اپنی سہ سالہ پیشگوئی کا جھوٹا ہونا بچشم خود دیکھ لے اور اپنے مذہب کا باطل ہونا معلوم کرے۔ سو اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ تین سال کے اندر حضرت مرزا صاحب۔ آپ کی ذریت اور آپ کا سلسلہ منقطع نہ ہُوا۔ بلکہ برابر روز بروز ترقی کرتا گیا۔ اس لئے اُسے ایک سال زیادہ مہلت دیگئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا تھا۔ کہ لیکھرام قتل کیا جائے گا۔ اور جس روز مارا جائے گا۔ وُہ دن عید سے ملا ہُوا ہوگا۔ چنانچہ عین عید کے دُوسرے دن چھ بجے دن کے لاہور میں

لیکھرام مارا گیا

اور قاتل کا بالکل پتہ نہ چلا۔ لیکھرام پرتی ندھی پنجاب کا اپدیشک تھا۔ پرتی ندھی سبھا نے اسے ملتان تبلیغ کے لئے بھیجا۔ ابھی وُہ وہیں تھا۔ کہ سبھا نے تار دیا۔ تم ملتان سے سکھر چلے جاؤ۔ لیکن وہاں سے تار آیا۔ کہ یہاں طاعون ہے۔ اس لئے وُہ سکھر نہ گیا۔ ملتان کے پاس ہی مظفر گڑھ میں آریوں کا جلسہ تھا۔ وہاں جانے کے لئے ۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء کو اسٹیشن پر آیا۔ لیکن بغیر کسی خارجی تحریک کے لاہور کا ٹکٹ لیکر ۶۔ مارچ دوپہر کو لاہور پہنچا۔ اب اگر یہ

خدائی تصرف

نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ کون اسے لاہور واپس لا رہا تھا۔ کیا حضرت مرزا صاحب کے وہاں کوئی سپاہی تھے جو اسے لاہور کھینچ لائے یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ بلکہ یہ خدا کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا جو اسے کشاں کشاں لاہور لایا ہے

اب

قاتل کا حال

سُنئے۔ ایک شخص پنڈت لیکھرام کے پاس شُدھ ہونے کے لئے آتا ہے۔ وُہ اسے اپنے پاس ٹھیراتا ہے۔ اور کچھ ہندی بھی پڑھاتا ہے۔ یہ قتل سے کچھ عرصہ پہلے کا واقعہ ہے۔ قاتل روزانہ لیکھرام کے گھر آتا ہے۔ مگر رات کو معلوم نہیں کہاں رہتا ہے۔ جب لیکھرام ملتان گیا۔ تو اسے ساتھ نہ لے گیا۔ بلکہ لاہور ہی چھوڑ گیا۔ لیکن

عجیب بات

ہے۔ کہ اسے تو یہ معلوم تھا۔ کہ لیکھرام ملتان گیا ہے۔ جہاں اُسے سکھر جانے کا حکم بھیجدیا گیا تھا۔ مگر بقول شردھانند جی وہ شخص ۶۔ مارچ کو لیکھرام کے گھر جاکر پوچھتا ہے۔ سبھا کے دفتر سے دریافت کرتا ہے۔ کہ پنڈت جی آئے ہیں۔ یا نہیں۔ اور بار بار اسٹیشن پر جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا اُسے یقینی طور پر علم ہے۔ کہ آج ضرور لیکھرام لاہور واپس آجائے گا۔ حالانکہ نہ لیکھرام کے گھر والوں کو پتہ ہے۔ نہ پرتی ندھی سبھا کو علم ہے۔ کہ لیکھرام لاہور آرہا ہے۔ بلکہ ان کا یہ خیال ہے۔ کہ وُہ آج سکھر پہونچ چکا ہوگا۔ شردھانند جی نے لکھا ہے۔ قاتل ۱۸۔ دفعہ لیکھرام کے لئے اسٹیشن پر گیا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کیا اُسے لیکھرام کی طرف سے کوئی تار آیا تھا۔ کہ میں آج آرہا ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ قضا و قدر تھی۔ جو اسے لاہور لائی۔ چنانچہ ۶ مارچ لیکھرام لاہور پہونچ گیا اور وہاں سے سیدھا پرتی ندھی سبھا پنجاب کے دفتر میں معہ اس شخص کے گیا۔ لیکھرام سبھا کے کلرک سے اپنے سکھر نہ جانے کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔ اور وُہ شخص کمبل اوڑھے الگ بیٹھا بار بار تھوکتا تھا۔ یہ دیکھکر کلرک پنڈت لیکھرام سے کہتا ہے۔ پنڈت جی! یہ تو کوئی بہت بیہودہ آدمی ہے۔ اسے کیوں ساتھ رکھا ہُوا ہے پنڈت لیکھرام کہتا ہے۔ نہیں یہ تو بڑا دھرماتما ہے۔ اس کے بعد پنڈت لیکھرام بازار جاکر ایک ہندو بزاز کی دوکان سے کپڑا خریدتا ہے۔ اور ایک تھان دے کر اس شخص سے کہتا ہے گھر میں دکھا آؤ۔ جب وُہ چلا جاتا ہے۔ تو بزاز کہتا ہے۔ پنڈت جی۔ یہ تو کوئی خوفناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ مجھے تو اس سے بڑا ڈر لگتا ہے پنڈت لیکھرام اسے بھی یہی کہتا ہے۔ کہ یہ بڑا اچھا آدمی ہے میرے پاس دھرم کی تحقیق کرنے آیا ہے۔ قاتل گھر سے واپس آتا ہے اور لیکھرام اسے اداس دیکھکر پوچھتا ہے۔ کوئی تکلیف تو نہیں۔ وُہ گول مول جواب دیتا ہے۔ لیکھرام اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہے ڈاکٹر اچھی طرح دیکھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اسے کوئی بیماری نہیں صرف اس کے

خُون میں جوش

ہے۔ اسے شربت پلاؤ۔ آخر گھر پہونچتے پہونچتے دن کے چار بج جاتے ہیں۔ اور پنڈت لیکھرام پنڈت دیانند کی سوانح عمری لکھنے بیٹھ جاتا ہے۔ وُہ شخص بھی پاس ہی ایک طرف بیٹھا ہے۔ لکھتے لکھتے جب چھ بجتے ہیں۔ تو پنڈت لیکھرام کی ماں آواز دیتی ہے۔ بیٹا شام ہوگئی ہے تیل نہیں آیا۔ اس وقت پنڈت لیکھرام سوامی دیانند کی موت کا حال لکھ رہا تھا۔ تو وُہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس شخص کے سامنے آتا اور کہتا ہے۔ اب رات ہوگئی ہے۔ تم بھی جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سامنے پیٹ کرکے انگڑائی لیتا ہے۔ اس وقت وہ شخص وار کردیتا ہے۔ پنڈت لیکھرام کی چیخ سُنکر اس کی ماں اور بیوی دوڑی آتی ہیں۔ اور اس شخص کو پکڑ لیتی ہیں۔ آخر کشمکش ہوتے ہوتے صحن میں پہونچتے ہیں۔ اور وُہ ہاتھ چھڑا کر اوپر زینے پر چڑھ جاتا ہے۔ پنڈت شردھانند لکھتے ہیں۔ پھر وُہ "چھائیں مائیں" ہوگیا۔ معلوم نہیں۔ زمین کھاگئی۔ یا آسمان پر چڑھ گیا۔ کیونکہ وُہ مکان ایسی جگہ اور گنجان آبادی میں واقعہ ہے۔ جہاں سے نکلنا کسی طرح ممکن نہیں۔ نہ کوئی باہر کو راستہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعی وُہ

خدا کا فرشتہ

تھا۔ آخر پنڈت لیکھرام کو ہسپتال پہونچایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر پیری کو اپریشن کے لئے کہا جاتا ہے۔ مگر وُہ ۵۰۰۔ روپے فیس کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور جب فیس لے لیتا ہے۔ تو اپنے اسسٹنٹ مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھتا ہے۔ سامان درست کرو۔ میں اپریشن کے لئے آتا ہوں۔ جب وہ آکر اپریشن کرتا ہے۔ اور انتڑیاں نکال کر دیکھتا ہے۔ تو ان میں بہت زخم پاتا ہے۔ شردھانند نے لکھا ہے ڈاکٹر نے کہا۔ میں حیران ہوں۔ اتنا خون نکل جانے کے بعد یہ زندہ کس طرح ہے۔ ڈاکٹر پیری جب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو "مرزا صاحب" کہکر بلاتا۔ تو لیکھرام چونک کر آنکھیں کھول دیتا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ وُہ بھی سمجھتا تھا۔ کہ یہ واقعہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ہُوا ہے۔ لیکھرام کے پاس پولیس جب بیان لینے کے لئے آتی ہے۔ تو اس کے ہوش وحواس درست تھے وُہ بیان دیتا ہے۔ کہ جو شخص میرے پاس شُدھ ہونے کے لئے آیا تھا۔ اس نے مارا ہے۔ پولیس پوچھتی ہے۔ اس کا نام کیا ہے۔ کہاں کا رہنے والا ہے۔ لیکھرام کچھ نہیں بتا سکتا۔ شردھانند جی نے لکھا ہے۔ وُہ ٹھینہ کا قصائی تھا۔ مگر اپنے آپ کو بنگالی ظاہر کرتا تھا شردھانند کہتے ہیں۔ میں جالندھر سے ۱۲ بجے رات کو لاہور لیکھرام کے پاس پہنچا۔ تو لیکھرام نے مجھے دیکھکر کہا۔ مہاتما جی! میرے قصور معاف کردو۔ گویا چھ بجے دن سے ۱۲۔ بجے رات تک باہوش و حواس زندہ رہا۔ اس میں بھی

ایک حکمت

تھی۔ اور وُہ یہ کہ اُس نے کہا تھا۔ کہ اگر میں کوئی نشان دیکھوں۔ تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ سو خدا نے اتمام حجت کے لئے اُسے باوجود نہایت کاری زخم لگنے کے اتنی دیر باہوش اور زندہ رکھا۔ چونکہ وُہ ایمان نہ لایا۔ اس لئے بچ نہ سکا۔ اگر مسلمان ہو جاتا۔ تو

کہ انسان کے سارے کام نیت کے ساتھ وابستہ ہوں۔ مگر یہ خیال ان کا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جو تھوڑے سے تامل سے واضح ہو جائیگا۔ یہی اخبار کا پڑھنا اس کے ساتھ بیسیوں مقاصد وابستہ ہو سکتے ہیں۔ زبان دانی۔ روزمرہ کے حوادث سے باخبر رہنا حالات حاضرہ کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا۔ سیاسی حالات میں اہل وطن کی رہبری کا صحیح راستہ معلوم کرنا۔ پس اخبار پڑھنے والا اگر اپنے اس فعل کو کوئی علمی حیثیت دینا چاہتا ہے۔ تو اس کو کسی نہ کسی نیت سے وابستہ کرنا پڑیگا۔ ورنہ اس کا یہ فعل انسانی اعمال کے دائرہ سے باہر ہوگا۔ کہ شتر بے مہار کی طرح جدھر چاہا منہ اٹھا کر چل دیا۔

پس یہ مفہوم ہے۔ انما الاعمال بالنیات کا۔ کہ اعمال نیتوں کے ساتھ وابستہ ہونے چاہئیں۔ اور وہ نیتوں کے ساتھ یقیناً وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی نیت مبہم ہو۔ اس میں وضاحت اور کامل معین صورت نہ ہو۔ یا اہمیت کے لحاظ سے کم ضروری ہو۔ جیسا کہ سیر کے لئے اسٹیشن کا راستہ اختیار کروں۔ یا نہر کا راستہ۔ گو اس کے متعلق فیصلہ کر کے کسی ایک راستہ کو اختیار کرنے کی نیت کرنا۔ اپنے اندر اہمیت نہ رکھتا ہو۔ مگر تاہم یہ اختیار کرنے کا فعل بھی اپنے ساتھ نیت ضرور رکھتا ہے۔ جو بہت سے چھوٹے چھوٹے ملاحظات کو مدنظر رکھنے کے بعد پیدا ہوئی ہوگی۔ گو عالم شعور میں ہم اسے کھلے طور پر محسوس کرتے ہوں۔ یا نہ کرتے ہوں۔ کیونکہ شعور و احساس کا دارومدار تو کسی چیز کی اہمیت پر ہے جس قدر ضروری اور اہم بات ہوگی۔ وہ زیادہ محسوس ہوگی۔ اور جس قدر غیر ضروری ہوگی۔ اسی قدر کم محسوس ہوگی۔

ایک چوتھا مفہوم ہے۔ اس حدیث کا۔ جس کی طرف امام بخاری علیہ الرحمۃ گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نتائج کے اعتبار سے اعمال کی اہمیت نیتوں پر موقوف ہے۔ جیسی جیسی نیتیں ہونگی۔ ویسے ویسے اعمال سرزد ہونگے۔ جس قدر قوت۔ جس قدر بلندی۔ جس قدر سرگرمی و سچائی کسی نیت میں ہوگی۔ اسی قدر قوت و بلند پروازی سے عمل بھی ظاہر ہوگا۔ نیز اسی نسبت سے انسان کے باقی اعمال متاثر ہونگے۔ ایک طالب علم جس کی یہ نیت ہے۔ کہ جس طرح ہو عین وقت پر مدرسے پہونچ جائے اپنی نیت کے مطابق وقت سے پہلے تیاری کریگا۔ بستر سے اٹھنے میں۔ منہ ہاتھ دھونے میں۔ کپڑے پہننے میں۔ کھانا کھانے میں۔ ایسا ہی دوسری ضرورتوں کے پورا کرنے میں۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ کھانے کی تیاری میں دیر دیکھکر کھانے کا بھی انتظار نہ کرے۔ اور جب وہ مدرسہ کی طرف جانے کے لئے نکلیگا۔ تو اس کی رفتار میں چستی۔ اس کی نگاہ سیدھی اپنے مقصد کی طرف۔ اور اس کے ماتھے پر سنجیدگی و اہتمام کے آثار نمایاں ہونگے۔ اور راستے میں وہ ہر ایک روک سے احتراز کریگا گفتگو کرنے والوں سے جس قدر مختصر ہو سکیگا۔ بات کر کے چلتا بنیگا۔ مگر اس کے بالکل برعکس اس طالب علم کا حال ہے۔ جس کی نیت بھی ڈھیلی۔ تیاری بھی ڈھیلی۔ رفتار بھی ڈھیلی۔ وہ راستے میں چلتا چلتا یونہی کھڑا ہو جائیگا۔ ادھر ادھر دیکھنے کے لئے۔ آنے جانے والوں سے خواہ مخواہ سلام علیکم کہکر باتیں کرنا شروع کر دیگا۔ اور اس طرح مدرسہ میں پانچ دس منٹ دیر سے پہونچکر استاد کے سامنے ادھر ادھر کے عذر پیش کر دیگا غرض انسان کی نیت کے تھوڑے سے فرق سے اس کے باقی افعال بھی کم و بیش متاثر ہوتے چلے جائیں گے۔

ایک شخص جو گھر بنانے کی نیت کر لیتا ہے۔ اس نیت کے ساتھ معاً اس کے عام اخراجات میں اقتصادی حالت پیدا ہو جائیگی۔ بلکہ وہ آمدنی کے اور نئے نئے ذریعہ سوچے گا۔ اور اس کے لئے عمل کی نئی نئی صورتیں پیدا کریگا۔ محنت و مشقت برداشت کریگا۔ اس کے کھانے اور پینے۔ سونے اور جاگنے۔ اس کی خوشی و راحت کی گھڑیوں وغیرہ سب میں فرق آجائیگا۔ غرض نیت میں جس قدر پختگی۔ جس قدر وضاحت۔ جس قدر یقین و جس قدر وسعت و بلندی و ہمت ہوگی۔ ٹھیک اسی تناسب سے اعمال بھی متاثر ہوتے چلے جائیں گے۔ اور وہ ایک مختلف شکل اختیار کرتے چلے جائیں گے۔ یہی ایک سربستہ راز ہے۔ انسان کی ساری ترقی کا۔ اس کی ساری عملی زندگی کا۔ نیت ایک ایسا موثر محرک ہے۔ انسان کے ہاتھ میں۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ نہ صرف اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ جس کے لئے وہ نیت کرتا ہے۔ بلکہ اپنے سارے اعمال کی ہیئت مجموعی میں اس کے ذریعہ سے تاثیر ڈالتا ہے۔ اپنی عملی حرکت کی جو نئی جہت مقرر کرتا ہے۔ اسی طرف اس کے عام قوے کا رخ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ماتحت اس کے دوسرے اعمال بھی کم و بیش متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ صرف طبعی تحریک پر کفایت کرتا۔ تو آج اس کا گھر بئے کے گھونسلے کی طرح ہی ایک سا اپنی طبعی حالت پر رہتا۔ مگر چونکہ وہ مختلف حالات کو پیش نظر رکھکر اپنے لئے ایک نئی جہت حرکت معین کرتا ہے۔ اس کو اپنے قدیم گھروں کی تنگی و تاریکی کا خیال ہوتا ہے۔ آئندہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔ اور پھر جا کر اپنے ڈھب کے مطابق گھر کا نیا خاکہ تیار کرتا ہے۔ اور اس گھر کی معین صورت مقرر کر کے اس کو کھڑا کرنے کی نیت کرتا ہے۔ اس لئے فن تعمیر میں وہ اپنی طبعی لکیر چھوڑکر نئی نئی شکلیں پیدا کئے جا رہا ہے۔ اور یہی بڑا امتیاز ہے۔ نیت کو محض طبعی تحریک پر کہ وہ مکون ہے۔ متمدن انسان کے سارے اعمال کا۔ انما الاعمال بالنیات الخ

ڈسٹرکٹ احمدیہ ایسوسی ایشن برہمن بڑیہ

کی

تبلیغی رپورٹ

حال میں مولوی غلام صمدانی صاحب وکیل و امیر ڈسٹرکٹ احمدیہ ایسوسی ایشن برہمن بڑیہ کی طرف سے دسمبر ۲۹ء کی تبلیغی رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ جسے درج ذیل کیا جاتا ہے

مولوی عزیز الدین صاحب نے دس مختلف مقامات کا دورہ کر کے تبلیغ کی۔ آپ ۷ لغایت ۱۴ دسمبر شمبھو پورہ میں مقیم رہے۔ جہاں امیر صاحب جماعت احمدیہ جلپا گوری کی کوشش سے ساٹھ احمدیوں پر مشتمل ایک نئی جماعت قائم ہوئی۔ بمقام بھاڈگرہ یکم دسمبر ۲۹ء کو ایک پبلک جلسہ کیا گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور آپ کی صداقت کے دلائل بیان کئے گئے۔ اس کے علاوہ مقامی جیل میں قیدیوں کے لئے ایک لیکچر دیا گیا۔ موضع گھسٹورا میں غیر احمدیوں سے ایک مناظرہ ہوا۔ جس میں ہماری طرف سے مولوی نجابت اللہ صاحب مناظر تھے۔ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے شاندار کامیابی ہوئی۔

مولوی حیدر علی صاحب احمدی پاڑا میں جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام کر رہے ہیں۔

دفتر سے بائیس خطوط تحریر کئے گئے۔ مسٹر کے۔ جی۔ ایم۔ فاروقی کو عہدہ وزارت پر فائز ہونے کی مبارکباد کے لئے ایک خط لکھا گیا۔ امداد قحط زدگان کے لئے چیدہ چیدہ احمدیوں کو چٹھیاں بھیجی گئیں۔ اس علاقہ میں غربت کا بہت زور ہے۔ کئی احمدیوں کی مالی حالت خراب ہو رہی ہے۔ ان میں سے بعض ہندو ساہوکاروں کے پنجہ میں بری طرح گرفتار ہیں۔ اور چند ایک نہایت کارآمد نوجوان بے کار ہیں۔ احمدیوں کی مالی حالت کی اصلاح کے لئے تدابیر سوچی جانی چاہئیں۔

احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ان بھائیوں کی مشکلات رفع فرمائے۔ آمین۔

ضروری اعلان

ہمارے دفتر میں ہر قسم کی قابلیت کے لوگوں کی طرف سے ملازمت کے واسطے کثرت سے درخواستیں آ رہی ہیں۔ مثلاً مڈل پاس انٹرنس پاس، کالجیٹ، چپڑاسی، مزدور پیشہ، ملازم پیشہ وغیرہ۔ الہٰذا اس میں ان تمام احمدی فرموں کو متوجہ کرتا ہوں۔ کہ اپنی فرموں میں ملازم رکھنے سے پہلے دفتر ہذا کو ضرور مطلع کر دیا کریں۔ نیز میں ان تمام بڑے بڑے دفتروں کے احمدی افسروں اور بڑے عہدہ کے کارکنان کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ نئی پوسٹوں کے نکلنے پر مجھے ضرور اطلاع دیدیا کریں۔ ممکن ہے۔ کہ یہاں سے ان کو مناسب آدمی مل سکے۔ [illegible]

وصیّت

نمبر ۳۲۔ میں ملک غلام نبی ولد ملک محسن خان قوم اعوان پیشہ کاشتکاری و ملازمت عمر تقریباً ۴۱ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۱۵ء ساکن پنڈوری ڈاکخانہ چک بیلی خان تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائداد حسب ذیل ہے جسکی کل قیمت ۱۸۰۰ روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں

۱۔ مکان خام مالیت قریباً ۳۰۰ روپے	بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت ۸۸ روپے ماہوار ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔
۲۔ زمین ارامی ۴ کنال مالیت ۱۰۰۰	
۳۔ زمین چاہی ۴ " " ۳۰۰	
۴۔ قیمت اثاث البیت ۲۰۰	
میزان ۱۸۰۰ روپیہ	

اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد۔ غلام نبی اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تحصیل پنڈی گھیب۔ حال وارد قادیان۔ بقلم خود۔

ضرور زندہ رہتا

کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے:۔

"اگر لیکھرام رجوع کرتا۔ زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا۔ کہ وہ بد زبانیوں سے باز آجاتا۔ تو مجھے خدا تعالےٰ کی قسم ہے۔ کہ میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اور میں امید رکھتا تھا۔ کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا۔ تب بھی زندہ کیا جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات اَن ہونی نہیں۔ (سراج منیر صلا)

آریہ سماج کہتی ہے

مرزا صاحب نے اپنے کسی مرید سے مروا دیا۔ لیکن یہ ایک ایسی بے عقلی کی بات ہے۔ جسے کوئی دانا ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ پیری۔ مریدی کا بہت نازک تعلق ہوتا ہے۔ کوئی مرید۔ مرید نہیں رہ سکتا۔ اگر اسے معلوم ہو گا۔ اس کا پیر سازشیں کرتا اور لوگوں میں اپنا ولی اللہ اور کراماتی ہونا ثابت کرنے کے لئے اپنے مریدوں کو آلۂ کار بنا کر اپنے مخالفوں کو مرواتا ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے۔ تو بھی یہ

ایک اعجاز

ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی بابت پوری ہوئی۔ لیکھرام نے بھی تو اپنے ویدک خدا سے الہام پاکر حضرت مرزا صاحب کی موت کی پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ پھر آریوں نے کیوں نہ آپ کو مروا دیا لیکن چونکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو الہام کے ذریعہ بتا دیا تھا واللّٰہ یعصمک من الناس۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں قتل سے محفوظ رکھے گا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس الہام کی صداقت کو بھی ظاہر کردیا۔ اور کوئی آپ کو قتل نہ کرسکا۔

لیکھرام کا چچا پولیس میں ملازم تھا۔ وہ کہتا ہے۔ قاتل کا پتہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔ صاف بات ہے "مرزا قادیانی" نے موت کی پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ اس لئے قانوناً اس کی ضمانت ہو سکتی ہے مقدمہ چل سکتا ہے۔ تلاشی لی جاسکتی ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے پولیس کو حکم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی

تلاشی لی جائے

سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ دو سب انسپکٹروں اور دو تین سپاہیوں کے قادیان آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب خود لے ساتھ لے کر اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ اور سارے کاغذات اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پولیس کو انہی کاغذات میں سے آخر وہ معاہدہ مل جاتا ہے۔ جو لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کے متعلق حضرت صاحب کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اور پولیس آفیسر مطمئن ہو کر چلا جاتا ہے۔

غرض خدا تعالےٰ کا یہ ایک

زبردست نشان

ہے۔ آریوں کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئیے۔ ہم اسے انکی دل آزاری کے لئے بیان نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے فائدہ کے لئے بیان کرتے

جماعت احمدیہ کی مذہبی اور ملکی خدمات کا اعتراف

(۱) گذشتہ ماہ جنوری و فروری میں ممبران اسمبلی و کونسل آف سٹیٹ سے کئی مرتبہ ملاقات کا موقعہ ملا۔ تو جماعت احمدیہ کے مذہبی اور ملکی کام کا ایک گہرا نقش ان تمام اصحاب کے قلوب پر پایا۔ میاں عبدالحی صاحب ایم۔ ایل۔ اے نے فرمایا۔ "مسودہ وراثت نسوان کے مرتب کرنے میں مجھے حضرت امام جماعت احمدیہ اور آپ کی جماعت سے بڑی بھاری مدد ملی ہے۔ جن کا میں نہایت ممنون ہوں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کا اپنے مذہب کی تعلیم پر عمل نہیں۔ مجھ سے کئی ہندو صاحبان نے دریافت کیا۔ کیا لڑکیوں کو وراثت میں حصہ اسلام کی مذہبی تعلیم ہے؟ میں نے انہیں کہا۔ اسلام کی تعلیم میں کیا نہیں۔ ایک ایک تعلیم کو لے کر راجہ رام موہن رائے۔ سوامی دیانند وغیرہ اپنی قوم میں لیڈر بن گئے۔ کسی نے توحید کی تعلیم دی۔ اور بت پرستی سے روکا۔ کسی نے شادی بیوگان کا بیڑا اٹھایا۔ اور کسی نے لڑکیوں کی وراثت کو قائم کرنے کا مسودہ اسمبلی میں پیش کیا۔ اور اب مسئلہ طلاق اور تعدد ازدواج کے متعلق بھی عیسائی اور ہندو صاحبان غور کر رہے ہیں۔ اور عنقریب دنیا اسلامی احکام کی طرف مجبوراً جھکے گی۔ بالشویک ازم کی رَو کو روکنے کے لئے اسلامی مسئلہ زکوٰۃ تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور اس کے سوا اب دنیا کے پاس کوئی علاج نہیں۔ نماز باجماعت۔ جمعہ۔ عید۔ اور حج کے اجتماع کی اب اکثر ہندو اخبارات میں تعریف ہو رہی ہے۔ اور ان کی بھی نقل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ گورنمنٹ خودی کے لئے تو اب اکثر ہندو لیڈر لکچر دے رہے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر عبداللہ صاحب سہروردی ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی ممبر اسمبلی نے فرمایا۔ جماعت احمدیہ کی تنظیم نہایت اچھی ہے۔ احمدی اپنے امام کے احکام کی پوری طرح فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جو کہ نہایت ہی اچھی بات ہے۔ اور اسی وجہ سے احمدی جماعت ہر میدان میں کامیاب ہو رہی ہے۔ اسلام کے احکام پر بھی عمل ہے۔ اسلام سے واقعی ہمدردی ہے۔ عام لوگ تو احمدیوں کو کافر کہتے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہنے والے خود کافر ہیں۔ میں ابھی سائمن کمیشن کے ساتھ لنڈن گیا۔ احمدیہ مسجد کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ باوجود غریب جماعت ہونے کے بڑا ایثار اور قربانی کی ہے کہ اس قدر فنڈز اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق خوب کتاب لکھی ہے۔ اب سر سنکرن نائر کی رپورٹ پر بھی تبصرہ لکھنا چاہیئے۔

آنریبل مسٹر محمود سہروردی صاحب ممبر کونسل آف اسٹیٹ نے جو کہ ڈاکٹر عبداللہ سہروردی کے چھوٹے بھائی ہیں فرمایا جس طرح احمدیہ جماعت کام کررہی ہے۔ اگر سب مسلمان اسی طرح سرگرمی سے اور ہمت سے کام کریں۔ تو چند سال میں مسلمانوں کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں بھاری کامیابی ہو سکتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور مفتی محمد صادق صاحب کی بہت تعریف کی۔ اس کے علاوہ اور اکثر ممبران اسمبلی نے بھی اسی قسم کے الفاظ میں ذکر فرمایا۔ (خاکسار غلام حسین از دہلی)

خانگی جھگڑے

آئے دن کے جھگڑے۔ قضیئے اور فساد گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں۔ یا قوم و ملت میں۔ یا ملک کے طول و عرض میں بہرحال تباہی اور بربادی اور ناکامیوں کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ بد قسمت ہندوستان کا سدا سے جھگڑا فساد ہی شیوہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ پامالی کا نشانہ بنتا رہا۔ اور شروع سے بن بن کر بگڑتا چلا آتا ہے۔ اب بھی باہمی لڑائیاں ہی ترقی کے راستے میں سد سکندری ثابت ہو رہی ہیں۔ اسے کاش! ہندوستان اب ہی سنبھل جاتا۔ خواہشمندان "سوراج" اتنا بھی تو سوچتے نہیں سکہ ہم باہمی "سر پھٹول" سے تو فراغت نہیں پاتے۔ "سوراج سوراج" کی پکار کرتے ہیں۔ اگر "سوراج" مل بھی جائے۔ تو ان جھگڑوں کے لامتناہی سلسلہ کی موجودگی میں اسے سنبھالے گا کون؟ مگر اس سلسلہ میں جو بات میں کہنا چاہتی ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان فسادات کی عادت یقیناً گھروں سے شروع ہوتی ہے۔ گھر کے اندر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ضبط تحمل ہاتھ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ طاقت کا بیجا استعمال کیا جاتا ہے۔

کاش! خانہ داری میں نااتفاقیاں پیدا نہ ہوں۔ جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ پھر طبائع بھی جھگڑالو نہ بنیں۔ بظاہر خانہ داری کے جھگڑے معمولی بات ہیں۔ مگر اُف!! ان کے اندر کس قدر ناقابل تلافی فساد ہے۔ دوسری قومیں تو مجبور و معذور ہیں۔ کہ انکے مذہب نے انکی مکمل تادیب نہیں کی۔ مگر مسلم قوم تو یہ عذر نہیں کرسکتی۔ اس کے مذہب

ایک حدیث کی لطیف تشریح

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

(از جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

انما الاعمال بالنیات کی حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ اور اسی وجہ سے بعض علما نے اس کو ایک تہائی اسلام قرار دیا ہے۔ اور بعض نے ایک تہائی علم۔ اور امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے بڑھکر پر حکمت پر معانی اور کوئی حدیث نہیں۔ (فتح الباری) بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ دین کی ساری ماہیت اس ایک جملہ میں کوٹ کر بھردی گئی ہے۔ اور یہ جملہ درحقیقت بطور اس اصل الاصول کے ہے۔ کہ جس سے انسان کو حیوان سے امتیاز حاصل ہوتا ہے اور جس کی بنا پر انسان کے طبعی افعال دائرہ اخلاق میں داخل ہوکر انسان کو ذمہ وار جوابدہ ہستی بنا دیتے ہیں۔ اور شریعت کی تمام پابندیاں اس پر عاید ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس حدیث کی تھوڑی سی وضاحت ازبس ضروری معلوم ہوتی ہے۔

علمائے اسلام نے فعل اور عمل کے درمیان یہ فرق بتلایا ہے۔ کہ فعل طبعی حرکت کو کہتے ہیں۔ جس میں نیت کا دخل نہیں۔ اور عمل وہ فعل ہے۔ جس میں نیت کا دخل ہو۔ جو بالارادہ قصداً کیا جائے۔ جس کے کرنے پر انسان کا طبعی فعل اچھا یا برا کہلاتا ہے۔ اور اس لئے وہ انعام یا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اس تعریف کو مدنظر رکھکر انما الاعمال بالنیات کا یہ مفہوم ہوگا۔ طبعی افعال کو عملی حیثیت نیتوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان معنوں کے اعتبار سے بالنیات میں (بِ) سببیہ ہے۔ یعنی انسان کے طبعی افعال نیتوں کے سبب اعمال ہوتے ہیں۔ یعنی دائرہ اخلاق میں آجاتے ہیں۔ نیتوں کی بنا پر وہ برے یا بھلے ہو جاتے ہیں۔ دو شخص گولی چلاتے ہیں۔ اور دو آدمیوں کو گھائل کر دیتے ہیں۔ کام تو بظاہر ایک ہے۔ مگر ہو سکتا ہے۔ کہ ایک نے عمداً چلائی ہو۔ اور دوسرے نے عمداً نہ چلائی ہو۔ تو اس صورت میں ایک شخص کا یہ فعل اس کی نیت کی وجہ سے جرم ہوگا۔ اور دوسرے کا یہ فعل جرم نہیں ہوگا۔ پہلا سزایاب ہوگا۔ اور دوسرا بری۔ سخت پیاس کے وقت پانی نہ پینا ممکن ہے۔ کہ حماقت یا جنون سمجھا جائے۔ مگر ایک دوسرے موقعہ پر یہی فعل یعنی پانی نہ پینا اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق میں شمار ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ (انتہائی) پیاس سے جان بلب صحابہ کا خود پانی نہ پینا اور اپنے پیاسے ساتھیوں کو اپنے نفس پر مقدم کرنا۔ یہ ایثار نفس کے اعلےٰ نمونے اسلامی تاریخ میں روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ اور یہ نمایاں امتیاز محض نیت کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ ہوا۔ ایک پیاسے حیوان کے سامنے جب بھی پانی رکھا جائیگا۔ وہ اس کو بتقاضائے طبیعت ضرور پئیگا۔ اور یہ فعل اس کا طبعی فعل کہلائیگا۔ مگر اسی طبعی فعل کو نیت کے چھوٹے سے تصرف کے ساتھ انسان اعلےٰ سے اعلےٰ قابل تعریف خلق بھی بنا سکتا ہے۔ اور اس کو خود غرضی جیسا قابل مذمت فعل بھی بنا سکتا ہے۔ غرض اسی نیت کے فرق سے انسان کے طبعی افعال دائرہ اخلاق میں داخل ہو جائیں گے۔ نیت کے دخل سے ان کو برا یا بھلا کہا جائیگا۔ اور نیت کی وجہ سے وہ ذمے دار ہستی کہلائیگا۔

دوسرا مفہوم اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ اعمال نیتوں ہی کے ساتھ سرانجام پاتے ہیں۔ کام کرنے کے لئے نیت کی ضرورت ہے محض خیال یا آرزو یا میلان طبع۔ یا رغبت یعنی دل کی پسندیدگی یا چاہت کسی کام کو سرانجام دینے کیلئے مکتفی نہیں ہو سکتی۔ نیت (جس کا ماخذ نواۃ ہے) اعمال کے لئے گٹھلی یا بیج کا وہ درمیانی مغز دانہ ہے۔ جس میں ساری حیوانی قوتیں متمرکز ہوتی ہیں۔ اور جس سے کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ اور اعمال کا درخت پھیلتا۔ پھولتا۔ اور پھلتا ہے۔

خیالی پلاؤ جتنے چاہے انسان پکائے۔ آرزوئیں اور تمنائیں جتنی چاہے۔ کرے۔ امیدوں کی ڈھارس جتنی چاہے باندھے رکھے۔ دل کی چاہت جتنی بھی ہو۔ ہو۔ جب تک نیت نہ ہوگی۔ کوئی عمل چیز وجود میں نہیں آئیگا۔ انما الاعمال بالنیات اعمال تو نیتوں ہی کے ساتھ سرانجام پاتے ہیں۔ کسی کام کی نیت کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ جادۂ عمل پر آکھڑا ہوا ہے اور قوت ارادی اپنے کام میں لگ گئی ہے۔

نیت کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ انسان نے اپنے شعور و تمیز سے۔ اپنے علم سے اپنی قوت فیصلہ سے۔ کرتے یا نہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے کسی کام کے کرنے کے متعلق آخری فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کی اس نیت کی گٹھلی کے اندر شعور و تمیز بھی ہوتی ہے۔ علم بھی ہوتا ہے۔ قدرت بھی ہوتی ہے۔ قوت فیصلہ بھی ہوتی ہے۔ امید بھی ہوتی ہے۔ رغبت وخواہش بھی ہوتی ہے۔ قوت ارادی بھی ہوتی ہے۔ عملی جدوجہد بھی ہوتی ہے۔ اسی لئے (نوٰی) سعی وکوشش کے معنے بھی استعمال ہوتا ہے۔ غرض نیت میں وہ سارے عناصر جمع ہوتے ہیں۔ جو کام کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو انسان کو ذمہ وار ٹھہراتے ہیں۔ نیت نہ ہونے کے ساتھ گولی چلانے والے کا فعل دائرہ مسئولیت سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ اسے تمیز نہ تھی۔ کہ یہ گولی ہلاک کر دیتی ہے۔ یا اسے علم نہ تھا۔ کہ کوئی انسان گولی کی زد میں ہے۔ یا یہ کہ ایسے وقت میں اس کو علم ہوا جبکہ گولی نہ چلانے پر اسے کوئی اختیار نہ رہا تھا۔ اس نے کسی کو نقصان پہونچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

نیت اپنے اندر وہ ساری فعالیت رکھتی ہے۔ جو کام کے لئے ازبس ضروری ہے۔ حیوانات کے افعال میں یہ نیتیں کام نہیں کر رہی ہوتیں۔ بلکہ محض طبعی تحریکات کام کر رہی ہوتی ہیں۔ اور انسان کے افعال کے ساتھ علاوہ طبعی تحریکوں کے نیتیں بھی کام کر رہی ہوتی ہیں۔ اور انہی سے دونوں کے افعال میں مابہ الامتیاز قایم ہوتا ہے۔

غرض انسان مذکورہ بالا قوتوں کو کام میں لاتے ہوئے ایک مقصد یعنی جہت حرکت معین کرتا ہے۔ اور پھر اس کی طرف رخ کرتا ہے۔ اس کو نیت کہتے ہیں۔ یہی اعمال کے ظہور پذیر ہونے کے لئے آخری اور اہم عنصر ہے۔ اس کے بغیر اعمال متحقق نہیں ہوتے۔

انما جو حصر کے لئے آتا ہے۔ جس کا مفہوم اردو میں (ہی) کے لفظ سے ادا کرتے ہیں۔ اس لفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے انما الاعمال بالنیات کے یہ معنے ہونگے۔ کہ انسانی اعمال کے پیچھے ضرور ہے۔ کہ نیتیں درپردہ کام کر رہی ہوں۔ یعنی یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ کام تو انسان کر رہا ہو۔ اور اس کے پیچھے کوئی نیت نہ ہو۔ گولی چلانے والے کی نیت۔ گو کسی کو قتل کرنا نہ ہو۔ مگر اس نے گولی جو چلائی ہے۔ تو کسی نہ کسی نیت سے چلائی ہے

بعض علماء اس امر کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ انسان کے بعض افعال بغیر نیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سیر کے لئے نکلتا ہے۔ اور وہ دو راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتا ہے۔ اسٹیشن کا راستہ یا نہر کا راستہ۔ ان کے نزدیک اس فعل میں نیت کا دخل کوئی اخلاقی معنے نہیں رکھتا۔ ایسا ہی اخبار پڑھنے والے کا اخبار پڑھنا بھی۔ اسی طرح اور بھی بہت سے انسانی افعال ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ مگر کوئی نیت ان کے پیچھے کام نہیں کر رہی ہوتی۔ اور نہ نیت ان میں کوئی اخلاقی اہمیت یا ذمے داری پیدا کر سکتی ہے۔ گویا ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں۔

ضرورت دفاتر و تجارت کیلئے نادر موقعہ

(۱)

ایک پختہ مکان بہت بڑا اندرون قصبہ بر لب شارع عام رستے کے کنارے پر ۶ دوکانیں ہیں۔ اور اس مکان کے اندر ۳ مکان رہائشی الگ الگ بنے ہوئے ہیں۔ ان مکانوں کے اندر ایک کنواں بھی ہے۔ عمارت پختہ ہے۔ اور قابل فروخت ہے۔ ایک کنال زمین سے کچھ زائد رقبہ پر یہ مکانات ہیں۔ جو صاحب خریدنا چاہیں۔ میرے ساتھ خط وکتابت کریں۔

(۲)

ایک خوشنما مکان رقبہ ۵ مرلے دار الفضل میں میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کے مکان سے قریب سستے داموں پر فروخت ہوتا ہے۔ جو احباب خرید کرنا چاہیں۔ وہ مجھ سے خط وکتابت کریں۔

م۔ معرفت مینجر صاحب الفضل قادیان۔

کمپونڈر کی ضرورت

ایک احمدی ڈاکٹر کو کراچی میں اپنی پرائیویٹ ڈسپنسری کے لئے ایک لائق تجربہ کار اور دیانت دار کمپونڈر کی ضرورت ہے۔ درخواستیں بمعہ نقول سرٹیفکیٹ تصدیق تجربہ اور یہ کہ تنخواہ کم سے کم کتنی منظور ہوگی۔ بہت جلدی آنی چاہئیں۔

شیخ رفیع الدین احمد سب انسپکٹر پولیس
سندھ۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ کراچی

شربت فولاد

شربت فولاد۔ جلکہ فولاد۔ کچلا۔ سنکھیا۔ اور دیگر بہت سی ادویہ کا ایک لذیذ اور خوشگوار شربت ہے۔

شربت فولاد۔ عورتوں کی خاص بیماریوں۔ مثلاً عام کمزوری رنگ کا زرد پڑ جانا اور ہسٹیریا کے لئے ازحد مفید ہے۔

شربت فولاد۔ مرض اٹھرا کا بڑا دشمن ہے۔

شربت فولاد۔ ایام حمل میں استعمال کرنے سے بچہ تندرست اور مضبوط پیدا ہوتا ہے۔

شربت فولاد۔ کے میٹھا ہونے سے ہر ایک عورت شوق سے استعمال کرتی ہے۔

شربت فولاد۔ کا ایک چھوٹا چمچہ دن میں تین مرتبہ بعد غذا استعمال کریں۔

شربت فولاد۔ کی ساٹھ خوراکوں کی قیمت۔ صرف تین روپے محصولڈاک ۸

تیار کردہ۔ فیض عام میڈیکل ہال قادیان پنجاب

اعلان عام

۱۵ر نومبر ۳۸ء کو میں نے مسمی عبد الغفور ولد میر سلام قوم افغان ساکن قادیان کو حضرت والد صاحب بزرگوار مولوی عمر الدین صاحب مرحوم کے ٹھیکہ کی بعض اوگراہیاں وصول کرنے کے لئے ایک مختار نامہ لکھکر رجسٹری کر دیا تھا۔ چونکہ عبد الغفور مذکور نے بعض رقمیں وصول کر کے مجھے ادا نہیں کیں۔ اور نیز الیہ ہمنر کی درخواست بھی دیدی ہوئی ہے۔ اس لئے میں اسی اشتہار کے ذریعہ ہر خاص وعام کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ اب عبد الغفور مذکور میرا مختار نہیں ہے۔ اسے کوئی رقم ادا نہ کی جائے اگر کوئی شخص اسے کوئی رقم ادا کریگا۔ تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

عبد الحمید ولد مولوی عمر الدین صاحب مرحوم ٹھیکیدار بھٹہ قادیان

رشتوں کی ضرورت

(۱) کنوارا راجپوت ۴۲ روپے ماہوار کا عربی مدرس۔ قادیان کا مولوی عالم۔ عمر ۲۵ سال نیک ہے۔ کنواری پڑھی لکھی لڑکی کا خواہشمند ہے۔ تین چار سو تک کا زیور کپڑا چڑھایگا۔

(۲) رنڈوا پٹھان تنخواہ ۵۴ روپے ماہوار تین بچے چھوٹے کی عمر ۵ سال مخلص احمدی عمر ۳۰ سال ہے۔ نوجوان بیوہ کی ضرورت ہے۔ مگر صالحہ ہو۔ دو سو تک کا زیور کپڑا چڑھائیگا۔

(۳) صوفی کنوارا عمر ۳۵ سال گاؤں میں پرچون کا دکاندار مخلص احمدی۔ گذارہ اچھا ہے۔ بڑی عمر کی کنواری یا نوجوان بیوہ کی ضرورت ہے۔ دو سو تک کا زیور کپڑا چڑھائیگا۔

سید غلام حسین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ قادر منزل منٹگمری۔

ضرورت نکاح

ضلع گجرات کے ایک مخلص احمدی جو اپنے گاؤں میں امامت کراتے ہیں نکاح کے خواہشمند ہیں۔ ۱۲۰ بیگھے اراضی کے مالک ہیں۔ عمر ۴۶ سال ہے رشتہ خواہ کنوارہ ہو یا بیوہ۔ قومیت کی بھی کوئی شرط نہیں۔ یہی صاحب اپنے خاندان کی ایک بیوہ عمر ۲۱ سال کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ خط وکتابت اس پتہ پر ہو۔

ف۔ معرفت ایڈیٹر الفضل

ضرور احباب مندرجہ ذیل رشتے مطلوب ہیں

(۱) ایک مخلص احمدی عمر ۲۵ سال قوم مغل آمدنی ماہوار ۷۰۔ ۸۰ روپے پیشہ دستکاری ایک مکان ملکیتی واقعہ شہر سیالکوٹ کے لئے دیندار احمدی لڑکی کی ضرورت ہے۔ قوم کی پابندی لازمی نہیں۔ مگر ترجیح ہوگی۔

۲۔ ایک مخلص احمدی عمر ۲۵ سال قوم ماچھی پیشہ ملازمت تنخواہ ۲۵ روپے ماہوار ایک مکان ملکیتی خود واقعہ شہر سیالکوٹ ہے۔ قوم کی کوئی پابندی نہیں۔ احمدی لڑکی کی ضرورت ہے۔

۳۔ دو دیندار خواندہ احمدی لڑکیوں کیلئے جو ارائیں خاندان سے ہیں۔ خواندہ لڑکوں کی ضرورت ہے۔ لڑکے اچھے خاندان کے خواندہ ہوں۔ قوم ارائیں یا زمیندار سے ہوں۔

۴۔ دو زمیندار خواندہ لڑکیوں کے لئے اچھے گھرانے کے خواندہ لڑکے مطلوب ہیں۔

ضرورتمند احباب مفصل حالات کے لئے معرفت چوہدری محمد فضل الٰہی صاحب احمدی سکرٹری ناظر امور عامہ انجمن احمدیہ شہر سیالکوٹ خط وکتابت کریں۔

ہندوستان کی خبریں!

احمد آباد۔ ۱۲؍ مارچ۔ مسٹر گاندھی صبح کو ٹھیک ۶½ بجے ۷۹ رضاکاروں کے دستہ کے ساتھ ستیہ اگرہ کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔ ہزارہا اشخاص ان کے پیچھے پیچھے تھے۔

بمبئی۔ ۱۲؍ مارچ۔ کارپوریشن بلڈنگ میں گورنر کو ڈنر دیا جانا تھا۔ اس لئے اسے جھنڈوں وغیرہ سے سجایا گیا۔ لیکن دو ہزار طلبا نے جمع ہو کر جھنڈے لگانے پر شرم شرم کے نعرے لگائے۔ بلکہ انہیں اکھاڑنے کی کوشش کی۔ جس پر طلبا اور پولیس میں فساد ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں چند طلبا زخمی ہوئے۔

راولپنڈی۔ ۱۲؍ مارچ۔ ملک امیر عالم اعوان ایڈیٹر ترجمان سرحد راولپنڈی کو زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) گرفتار کر لیا گیا۔

نیو دہلی۔ ۱۲؍ مارچ۔ کونسل آف سٹیٹ میں کنٹونمنٹ انتقال جائیداد۔ دیوالیہ اور تباہ کن کرم ہا۔ اور وبائی امراض کے مسودات قانون بلا مباحثہ منظور ہوگئے۔

کلکتہ۔ ۱۱؍ مارچ۔ امین جان اور عبدالحکیم خان پولیس کے پہرہ میں رنگون کی طرف روانہ کر دیئے گئے

پٹیالہ۔ ۱۱؍ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سر فریڈرک گاہنٹلیٹ سابق آڈیٹر جنرل ہند تین سال کے لئے پٹیالہ کے وزیر مالیات مقرر ہوئے ہیں۔

چٹاگانگ۔ ۱۲؍ مارچ۔ ہتھاساری کے زمیندار کے ایک لڑکے کو قتل کرنے کے جرم میں سشن جج چٹاگانگ نے خاص جیوری کے فتوے کے مطابق ۲ مسلمانوں کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔

لاہور۔ ۱۳؍ مارچ۔ پنجاب کونسل کے سترہ ارکان نے یہ اعلان شائع کیا ہے "ہم ان مسلم رہنماؤں کو جو آل پارٹیز کانفرنس میں حصہ لے رہے ہیں۔ اپنے اس محکم یقین سے آگاہ کر دینا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر جداگانہ حلقہ ہائے انتخابات مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا دستور اساسی مرتب کیا گیا جس میں مسلم قوم کے لئے یہ تحفظ موجود نہ ہو۔ تو اسے مسلم قوم ہرگز قبول نہ کرے گی۔

احمد آباد۔ ۱۲؍ مارچ۔ بمبئی کی چنگی کے کلکٹر نے ایک عام اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ چنگی کا محصول ادا کئے بغیر ساحل بحر سے نمک اٹھانا خلاف قانون ہے جس کی سزا پانسو روپیہ تک جرمانہ۔ یا چھ ماہ کی قید۔ یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں۔ جو شخص لوگوں کو ایسے خلاف قانون فعل کے ارتکاب پر ابھارے گا۔ اسے بھی ایسی ہی سزا دی جائے گی۔ ساحل بحر پر جو نمک پایا جاتا ہے۔ وہ انسان کے لئے قابل استعمال نہیں۔ اس لئے حکومت اسے تباہ کر رہی ہے۔

احمد آباد۔ ۱۲؍ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اس وقت احمد آباد میں ایک ہندوستانی فوج اور سکاچ رجمنٹ کی دو کمپنیاں مقیم ہیں۔

کلکتہ۔ ۱۳؍ مارچ۔ مسٹر جے۔ ایم سین گپتا میئر کلکتہ کو رنگون پولیس نے ان تقریروں کی بنا پر جو آپ نے ۲۱ اور ۲۲ فروری کو رنگون میں کی تھیں گرفتار کر لیا۔

احمد آباد۔ ۱۳؍ مارچ۔ وائسرائے کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے گاندھی جی ینگ انڈیا میں رقمطراز ہیں۔ مودبانہ دو زانو ہو کر میں نے روٹی مانگی تھی۔ اس کے عوض مجھے پتھر ملا۔ میری رائے ہے۔ کہ انگریز قوم صرف طاقت کو مانتی ہے۔

لاہور۔ ۱۴؍ مارچ۔ حکومت پنجاب نے "کلام الرحمٰن دید ہے۔ یا قرآن" کو جسے دھرم بھکشو ساکن لکھنؤ نے تصنیف کیا۔ اور جو دیانند پریس لکھنؤ میں طبع ہو کر دشنو دو یارتھی ساکن امرتسر کے ذریعہ سے شایع ہوئی۔ ضبط شدہ قرار دیدیا ہے۔

دہلی۔ ۱۳؍ مارچ۔ پٹیالہ سے پانچ سو اکالیوں کا ایک جتھہ آ رہا ہے۔ یہ جتھہ ریاست پٹیالہ سے اس مقصد کے لئے روانہ ہوا ہے۔ کہ ریاست کے حاکم کے متعلق اپنی شکایات کونسل آف سٹیٹ اور اسمبلی کے ارکان اخبارات کے ایڈیٹروں اور دوسرے رہنماؤں کے آگے پیش کرے۔

کراچی۔ ۱۳؍ مارچ۔ آج صبح دو بجکر بیس منٹ پر کراچی شہر اور چھاؤنی میں شدید زلزلہ آیا جو کئی سیکنڈ تک جاری رہا۔ بہت سے آدمی اپنے بستروں سے نیچے گر گئے۔

کراچی۔ ۱۳؍ مارچ۔ آج صبح دیکھا گیا۔ کہ یہاں کسی نے ملکہ وکٹوریہ کے بت پر جو فریدی ہال کے باغات کے میدان میں نصب ہے۔ سرخ اور نیلا روغن مل کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

نئی دہلی۔ ۱۴؍ مارچ۔ آج آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس زیر صدارت مسٹر جناح منعقد ہوا۔ ایک سب کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا۔ جو فیصلہ کرے گی۔ کہ لیگ کا آئندہ اجلاس کب اور کس مقام پر کیا جائے۔ آئندہ اجلاس کے لئے صدر کے انتخاب کا مسئلہ ملتوی کر دیا گیا۔

ممالک غیر کی خبریں!

شنگھائی۔ ۱۰؍ مارچ۔ فن لینڈ کی دو مسیحی عورتیں کیان شو کو جا رہی تھیں۔ کہ ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا۔ ایک تو شدت سردی و گرسنگی کی وجہ سے مر گئی۔ اور دوسری کو بعد میں قتل کر دیا گیا۔

کیپ ٹاؤن۔ ۱۰؍ مارچ۔ راسن وائل میں یورپینوں اور دیسی باشندوں کے درمیان لڑائی ہونے سے ایک یورپین اور کئی دیسی آدمی مجروح ہوئے۔

جوہنس برگ۔ ۱۰؍ مارچ۔ کراؤن کان میں ایک حادثہ سے ایک یورپین اور ۲۸ دیسی آدمی ہلاک اور آٹھ زخمی ہوئے۔

لندن۔ ۱۰؍ مارچ۔ مسٹر بین نے دارالعوام میں ایک سوال کے جواب میں کہا۔ کہ ہندوستان کی گورہ افواج میں اضافہ کرنے کے متعلق میرے سامنے کوئی تجویز پیش نہیں ہوئی میرے خیال میں موجودہ گورہ فوج تمام وقتی ضروریات کے لئے کافی ہے۔

بغداد۔ ۱۰؍ مارچ۔ آج صبح کابینہ کے استعفے کا اعلان کر دیا گیا۔ جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وزیر اعظم اس امر کا مطالبہ کر رہا تھا۔ کہ برطانوی پولیس افسروں اور متعدد دوسرے حکام کے تقرر کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔ مگر ہائی کمشنر نے ان مطالبات کی مخالفت کی تھی۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک فرانسیسی کسان نیم کے قرب و جوار میں اپنی زمین میں ہل چلا رہا تھا۔ کہ اسے ان مجاہدین کے چند ڈھانچے ملے۔ جنہوں نے ۷۳۰ء میں فرانس پر حملہ کیا تھا۔ لاشے مدفون اور ان کے منہ قبلے کی طرف تھے۔

ٹوکیو۔ ۱۱؍ مارچ۔ جنوبی کوریا کے شہر شنگھائی میں سینما کے اندر جنگ نمکڈن کی سالگرہ کی تصاویر دکھائی جا رہی تھیں۔ کہ سینما کی عمارت کو آگ لگ گئی جس سے ایک سو چار اشخاص ہلاک اور ایک سو مجروح ہوئے۔

طہران۔ ۱۳؍ مارچ۔ کابل کے ایک برقی پیغام سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بچہ سقہ کے ۵۷ ساتھی جو اس کے زوال کے بعد خان محمد ڈاکو کے ساتھ مل گئے تھے۔ باضابطہ ثبوت کے بعد نادر شاہ کے حکم سے پھانسی دیدیئے گئے۔

رگبی۔ ۱۴؍ مارچ۔ مسٹر بالڈون نے دارالعوام میں مزدور حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی۔ جس میں تجارت کی کساد بازاری اور بے روزگاری میں ترقی کو حکومت کی

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)